مجلس انصار اللہ یوکے علمی تعلیمی تربیتی مجلہ

انصارالدین

مارچ، اپریل ۲۰۱۵ء امان، شہادت ہجری شمسی ۱۳۹۴ جلد۱۲، شمارہ ۲

تمام اہل جماعت
کو ماہ رمضان مبارک ہو



انصارالدین کی ترسیل ٹیم پیکنگ میں مصروف

﴿بسم الله الرحمٰن الرحیم نحمده ونصلی علیٰ رسوله الکریمؐ وعلیٰ عبده المسیح الموعودؑ﴾

انصار الدین

جلد 11 نمبر 2 مارچ واپریل 2015ء

فہرست مضامین

انصار اللہ کا عہد

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ
وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

مَیں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظام خلافت کی حفاظت کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ آخر دم تک جدو جہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔

نیز مَیں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

صدر مجلس انصار اللہ
چودھری وسیم احمد

مدیر اعلیٰ: **ڈاکٹر شمیم احمد**

مدیر: **محمود احمد ملک**

نائبین: حبیب الرّحمٰن غوری، صفدر حسین عباسی

مینیجر: **محمود علی مرزا**

ترسیل: فیاض احمد ملہی (انچارج)
میاں اخلاق احمد، رانا ظہور احمد، سعادت جان

مجلس انصار اللہ برطانیہ کی سالانہ چیریٹی واک کی کامیابی زیادہ سے زیادہ فنڈ اکٹھے کرنے پر منحصر ہے۔ آپ سے درخواست ہے کہ

زیادہ سے زیادہ فنڈ اکٹھے کریں اور جلد از جلد جمع کروادیں۔

جزاکم اللہ احسن الجزاء

درس القرآن

قرآن کریم پڑھنے کی عادت ڈالیں

" قرآن کریم کا ادب بھی یہی ہے کہ اس کو سمجھ کر پڑھا جائے۔ اگر اچھی طرح ترجمہ آتا بھی ہو تب بھی سمجھ کر، ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کا حق ادا کرتے ہوئے پڑھنا چاہئے تاکہ ذہن اس حسین تعلیم سے مزید روشن ہو۔"

(خطبات مسرور جلد سوم صفحہ 627)

" تلاوت کا ایک مطلب پیروی اور عمل کرنا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ فرمادیا ہے کہ یہ قرآن میں نے تمہارے لئے، ہر اس شخص کے لئے جو تمام نیکیوں اور اچھے اعمال کے معیار حاصل کرنا چاہتا ہے اس قرآن کریم میں یہ اعلیٰ معیار حاصل کرنے کے لئے تمام اصول اور ضابطے مہیا کر دئے ہیں۔ ہر قسم کے آدمی کے لئے، ہر قسم کی استعداد رکھنے والے کے لئے، اور نہ صرف یہ کہ...... کسی خاص آدمی کے لئے نہیں رکھے ہیں بلکہ ہر طبقے ہر معیار کے آدمی کے لئے رکھے ہیں۔ اور اس میں ہر آدمی کے لئے نصیحت ہے وہ اپنی استعداد کے مطابق سمجھ لے۔ فرمایا کہ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (القمر:18) اور یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کی خاطر آسان بنا دیا ہے۔ پس کیا ہے کوئی نصیحت پکڑنے والا۔ اب یہ ہمارے پر ہے کہ ہم اس تعلیم کو کس حد تک اپنے اوپر لاگو کرتے ہیں اور اس کی تعلیمات سے نصیحت پکڑتے ہیں۔

پس آج ہر احمدی کا فرض ہے کہ ......اس نصیحت سے پُر کلام کو ...... اپنی زندگیوں پر لاگو بھی کریں۔ اس کے ہر حکم پر جس کے کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے اس پر عمل کریں اور جن باتوں کی مناہی کی گئی ہے، جن باتوں سے روکا گیا ہے ان سے رکیں، ان سے بچیں، اور کبھی ان لوگوں میں سے نہ بنیں جن کے بارے میں خود قرآن کریم میں ذکر ہے۔ فرمایا کہ وَ قَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا (الفرقان:31) اور رسول کہے گا اے میرے رب! یقیناً میری قوم نے اس قرآن کو متروک چھوڑا ہے۔"

(خطبات مسرور جلد سوم صفحہ 628-627)

" ہمیں چاہئے کہ قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے تمام اوامر و نواہی کو سامنے رکھیں اور اس تعلیم کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کریں۔ اس کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنائیں۔ تبھی ہم روحانی اور جسمانی شفا پانے والے بھی ہوں گے اور قرآن کریم ہمارے لئے رحمت کا باعث بھی ہوگا۔ اور عمل نہ کرنے والے تو ظالم ہیں اور ان کے لئے سوائے گھاٹے کے اور کچھ ہے ہی نہیں، جیسا کہ قرآن شریف میں فرمایا۔ ان کی تو آنکھ ہی اندھی ہے۔ ان کو تو قرآن کریم کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔"

(خطبات مسرور جلد سوم صفحہ 629)

حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

نور کے حصول کی دعا

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے: اے اللہ میرے دل اور میری زبان میں نور بھر دے اور میرے کانوں اور میری آنکھوں میں نور عطا کر اور میرے اوپر اور نیچے اور دائیں اور بائیں اور آگے اور پیچھے اور میرے نفس میں نور رکھ دے اور نور کا وافر حصہ عطا فرما۔

(صحیح مسلم کتاب صلوٰۃ المسافرین باب الدعا فی صلوٰۃ اللیل)

حصول تقویٰ کی دعا

حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے: "اے میرے رب مجھے اپنا شکر گزار، اپنا ذکر کرنے والا، اپنے سے ڈرنے والا اور اپنا کامل اطاعت گزار اور اپنے حضور عاجزی کرنے والا بنا دے"۔

(ترمذی کتاب الدعوات باب فی دعاء النبی ﷺ)

سفر کے آغاز کی دعا

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سفر کے ارادہ سے جب اونٹ پر بیٹھ جاتے تو تین بار تکبیر کہتے اور پھر یہ دعا مانگتے: "سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ۔ وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ"۔ پاک ہے وہ ذات جس نے اسے ہمارے تابع فرمان کیا حالانکہ ہم میں اسے قابو میں رکھنے کی طاقت نہیں تھی۔ ہم اپنے ربّ کی طرف جانے والے ہیں۔

(مسلم کتاب الحج باب ما یقول اذا رکب الی سفر الحج)

قیامت کی تیاری

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا قیامت کب آئے گی؟ آپؐ نے فرمایا: تُو نے اس کے لئے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے کہا: مَیں نے کثرت سے نماز، روزہ اور صدقہ کے ذریعہ تو کوئی تیاری نہیں کی۔ البتہ اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت رکھتا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا: تُو اس کے ساتھ ہوگا جس سے تجھے محبت ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الأدب علامة حب الله)

عاشق قرآن کا اعزاز

حضرت ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: عاشق قرآن سے کہا جائے گا کہ قرآن پڑھ اور درجات میں ترقی کرتا جا۔ اور اسی طرح خوش الحانی سے پڑھ جس طرح دنیا میں پڑھتا تھا۔ تیرا مقام اس آخری آیت تک ترقی پذیر ہے جو تو تلاوت کرے گا۔

(جامع ترمذی کتاب فضائل القرآن باب من قرء حرفًا)

کلام الامام علیہ السلام

خانگی تکلیف کا علاج

ایک شخص نے اپنی خانگی تکالیف کا ذکر کیا۔فرمایا کہ:

''پورے طور پر خدا تعالیٰ پر توکل، یقین اور امید رکھو تو سب کچھ ہو جائے گا اور ہمیں خطوط سے ہمیشہ یاد کراتے رہا کرو، ہم دعا کریں گے۔''

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 550۔ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

سر درد کا ایک علاج

''ایک صاحب نے عرض کی کہ میرے سر میں درد رہتا ہے۔گرمی کے وقت سخت تکلیف رہتی ہے دعا فرمائی جائے۔

حضرت اقدسؑ نے فرمایا: علاج بھی کیا ہے؟

اس نے عرض کی ہاں کیا ہے مگر فائدہ نہیں ہوا۔

فرمایا کہ: ہڈیوں کا شوربہ پیا کرو۔ ہڈیاں ایسی لیں جن میں کچھ گوشت چمٹا ہوا ہو۔ ان کو اُبال کر شوربہ ٹھنڈا کرو کہ چربی جم جائے۔ اس چربی کو نکال دو۔ باریک رومال پانی میں تر کر کے شوربہ اس میں چھانو کہ چربی اس میں لگ جائے اور خالص شوربہ رہ جائے وہ پیا کرو۔ہم دعا بھی کریں گے۔''

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 543۔ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

سچا ہادی جو کمزوری دیکھتا ہے اس کی اصلاح کرتا ہے

''جو شخص خدا کی طرف سے مامور ہو کر آتا ہے اس کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنی جماعت کی کمزوری کو دور کرے۔سچا ہادی کبھی خیانت نہیں کرسکتا۔اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ جس طرز اور چال پر کوئی چلے خواہ اُس کی زندگی اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے خلاف ہی ہو وہ پروانہ کرے، تو سمجھ لو کہ وہ خدا کی طرف سے اصلاح کے لئے نہیں آیا بلکہ شیطان اس کا قرین ہے۔

سچا ہادی جو دیکھتا ہے اس کی اصلاح کرتا ہے۔ہاں یہ درست ہے کہ وہ کسی کی ذلّت اور رُسوائی نہیں کرنا چاہتا، مگر مریض کے امراض کو شناخت کر کے ان کا علاج بتاتا ہے۔''

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 283۔ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

علاج کی پانچ صورتیں

''علاج کی چار صورتیں تو عام ہیں۔دوا سے، غذا سے، عمل سے، پرہیز سے علاج کیا جاتا ہے۔

ایک پانچویں قسم بھی ہے جس سے سلبِ امراض ہوتا ہے، وہ توجہ ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام اسی توجہ سے سلبِ اَمراض کیا کرتے تھے۔اور یہ سلب اَمراض کی قوت مومن اور کافر کا امتیاز نہیں رکھتی۔ بلکہ اس کے لئے نیک چلن ہونا بھی ضروری نہیں ہے۔''

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 280۔ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

فرمودات

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس

ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

خلافت کے جھنڈے تلے سمتیں درست ہوتی ہیں

''مَیں جب اپنی ڈاک دیکھتا ہوں تو دل کی عجیب کیفیت ہوتی ہے۔سوچتا ہوں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کروں۔اس کے انعامات کی بارش اس طرح جماعت پر ہو رہی ہے کہ اس کے مقابل پر اگر جسم کا رُواں رُواں بھی شکر گزار ہو جائے تو شکر ادا نہیں ہو سکتا۔مَیں دیکھتا ہوں کہ جماعت کس طرح اللہ تعالیٰ کے اس انعام پر جو خلافت کی صورت میں اس نے حضرت مسیح موعود کی جماعت کو دیا ہے شکر گزار بنتی ہے۔اتنے زیادہ شکر گزاری کے خطوط آ رہے ہیں کہ مَیں بغیر کسی شک کے یہ کہہ سکتا ہوں کہ آج صرف حضرت مسیح موعود کی جماعت میں ہی ایسے افراد ہیں جو شکر گزاری میں اس قدر بڑھے ہوئے ہیں اور جب تک ایسے شکر گزاری کے جذبے بڑھتے چلے جائیں گے اللہ تعالیٰ کے انعاموں کے وارث ہم بنتے چلے جائیں گے اور ہماری نسلیں بھی بنتی چلی جائیں گی۔

پس اس شکر گزاری کے جذبے کو کبھی ماند نہ پڑنے دیں کہ یہی شکر گزاری ہے جو ہمارے لئے نئے سے نئے سرسبز باغوں کو لگاتی چلی جائے گی اور ہمارے ایمانوں میں ترقی کا باعث بنے گی۔آج جب دنیا لہو و لعب میں مبتلا ہے اور کوئی ان کی راہنمائی کرنے والا نہیں حضرت مسیح موعود کی جماعت ہی ایک واحد جماعت ہے جو خلافت کے جھنڈے تلے اپنی سمتیں درست کرتی رہتی ہے۔یہ یقیناً ایسا انعام ہے جس کے شکر کا حق تو ادا نہیں ہو سکتا، لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم شکر ادا کرنے کی کوشش بھی کرتے رہو گے صرف زبانی نہیں بلکہ عملوں کی درستگی کی کوشش کی صورت میں تو تب بھی مَیں اپنے انعامات سے تمہیں نوازتا رہوں گا۔

...... یہ بھی ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ کوئی عہد بھی، کوئی بات بھی اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر پوری نہیں ہو سکتی۔کمیوں کو احساس بھی ہے۔خطوط میں بھی لوگ لکھتے ہیں کہ ہم نے تو عہد کیا ہے اب ہم انشاء اللہ اس پر عمل کریں گے، کاربند رہیں گے۔ لیکن یہ بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے کیونکہ اس کے فضلوں کے بغیر ممکن نہیں ہے۔پس اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے طریقہ بتایا ہے اس پر بھی عمل کرنے کی ضرورت ہے کہ اپنی عبادتوں کے معیار پہلے سے بڑھائیں۔اس میں بڑھیں۔نیکیوں میں پہلے سے بڑھیں اور اعمال صالحہ بجالانے کی کوشش کرتے چلے جائیں۔نیکیوں میں نظام جماعت کی اطاعت بھی ایک اہم بات ہے۔خلافت کی اطاعت میں نظام جماعت کی اطاعت بھی ایک اہم بات ہے۔اس کے بغیر نہ نیکیاں ہیں اور نہ عہد کی پابندی ہے۔نظام جماعت بھی خلافت کو قائم کرتا ہے اس لئے اس کی پابندی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو توفیق دے کہ وہ اپنے عہد پر قائم رہے اور اللہ تعالیٰ سے قریب تر ہوتا چلا جائے۔''

(روزنامہ الفضل 22 جولائی 2008ء)

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا 19 راکتوبر 2014ء بروز اتوار کو مسجد بیت الفتوح لندن میں

مجلس انصار اللہ یو کے کے سالانہ اجتماع کے موقع پر اختتامی خطاب

بیشک یہ سلسلہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تائیدات اور نصرت سے شروع فرمایا ہے اور تائیدات اور نصرت کے نظارے دکھا بھی رہا ہے لیکن ہم سے بھی مطالبہ ہے کہ اس سلسلہ کی غرض و غایت پر نظر رکھیں اور جہاں دنیا کو ان اغراض سے آگاہ کریں، خدا تعالیٰ کی وحدانیت کا دنیا میں اعلان کر کے اسے اس طرف بلائیں، اسلام کی خوبصورت تعلیم دنیا کو بتائیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ اور خاتم الرسل ہونے کا ادراک مسلمانوں اور غیر مسلموں میں پیدا کریں وہاں اپنے بھی جائزے لیں کہ کس حد تک توحید ہم میں راسخ ہے اور ہم تسبیح و تحمید کی طرف توجہ کرتے ہیں؟ اسلام کی خوبصورت تعلیم پر ہم کتنا عمل کر رہے ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق کس حد تک ہمیں درود بھیجنے کی طرف مائل رکھتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ کو اپنانے کی طرف ہم توجہ دیتے ہیں؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہم سے کیا چاہتے ہیں؟

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض ارشادات کے حوالہ سے سلسلہ کے قیام کی اغراض کا بیان اور احباب کو نصائح

دنیا کے مختلف ممالک میں اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت اور لوگوں کی براہ راست احمدیت کی صداقت کی طرف رہنمائی کے ایمان افروز واقعات کا بیان

اگر اللہ چاہے تو تمام دنیا کے دل پھیر سکتا ہے لیکن اس نے ہمارے ذمہ یہ کام لگایا ہے کہ تم بھی اپنی حالتوں کو بدلو۔ اپنے عملوں کو بدلو۔ اپنی تبلیغ کے ساتھ اپنے نمونوں کو اس طرح بناؤ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لئے اُسوہ قائم فرمایا ہے تاکہ تمہاری کوششوں کو پھل بھی لگیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی تم جزا پانے والے ہو۔

یہ تو الٰہی تقدیروں میں سے ایک تقدیر ہے کہ اسلام کی حقیقی تعلیم نے غالب آنا ہے۔ اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق کے ذریعہ سے غلبہ کے سامان فرمائے ہیں۔ پس یہ ہماری خاص طور پر انصار اللہ کی ذمہ داری ہے کہ اپنی حالتوں کو دین اسلام کی تعلیم کے مطابق ڈھال کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ پر چلنے کی کوشش کرتے ہوئے توحید کے قیام کے لئے اپنی تمام تر طاقتوں کو استعمال کریں اور قرآن کریم کے احکامات پر عمل کرتے ہوئے اس کی حکومت اپنے دلوں پر قائم کریں۔ اور یہ نمونے پھر اپنی نسلوں کے لئے پیش کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کا حق ادا کرتے ہوئے حقیقی انصار بنیں۔

سلسلے کی ترقی کے وعدے ہیں اور یہ پورے ہوں گے اور ہو رہے ہیں۔ کوئی انسانی ہاتھ اس ترقی میں روک نہیں بن سکتا۔
اللہ تعالیٰ کا ہم پر احسان ہے کہ اگر ہم اس کے دین کی اشاعت کے لئے معمولی کوشش کریں تو وہ ہمیں نوازتا ہے

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ۔
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ إِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔

الحمدللہ کہ انصار اللہ یو کے کا اجتماع جو تین دن پہلے شروع ہوا تھا آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے اختتام کو پہنچ رہا ہے۔ ہر سال یہاں بھی اور دنیا کے دوسرے ممالک میں بھی انصار اللہ کا اجتماع ہوتا ہے۔ انصار کثیر تعداد میں جمع ہوتے ہیں اور اجتماع کے پروگراموں میں شامل ہوتے ہیں۔ لیکن ہم میں سے کتنے ہیں جو یہ سوچتے ہیں کہ انصار اللہ کا مطلب کیا ہے اور ہماری ذمہ داریاں کیا ہیں؟

انصار جیسا کہ آپ جانتے ہیں ناصر کی جمع ہے یعنی ''مددگار''۔ اور انصار اللہ کا مطلب ہوا کہ ''اللہ تعالیٰ کے مددگاروں کی جماعت''۔ انصار کی عمر تنظیمی لحاظ سے 40 سال کے بعد سے شروع ہوتی ہے۔ ویسے تو ہر شخص جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت میں آتا ہے چاہے وہ اس سے چھوٹی عمر کا ہو، مرد ہو یا عورت ہو، اپنے آپ کو عہدِ بیعت کا پابند کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کو آگے بڑھانے والا ہونا چاہئے لیکن انصار اللہ کی عمر 40 سال سے شروع ہوتی ہے جو ایک ایسی عمر ہے جو پختہ سوچ اور تمام تر صلاحیتوں کے عروج کی عمر ہے اور پھر ان کی تنظیم کا نام بھی انصار اللہ ہے۔ انہیں سوچنا چاہئے کہ ہماری ذمہ داریاں کیا ہیں؟ کیا صرف انصار اللہ کہلانا ہمیں ہمارے فرائض کو پورا کرنے والا بنا دیتا ہے؟

ایک بات ہمیں ہر وقت یاد رکھنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کسی انسان کی مدد کا محتاج نہیں۔ پرسوں ہی مَیں نے خطبہ میں ذکر کیا تھا کہ اگر وہ چاہے تو دین کی خدمت لینے والوں کو براہ راست بھی وسائل مہیا کر سکتا ہے۔ وہ ہر چیز کا مالک ہے اور ان کے کاموں کو آسان بھی کر سکتا ہے۔ قرآن شریف سے بھی یہی پتا چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنے انبیاء اور انبیاء کی جماعتوں کو تسلی دلاتا ہے کہ مَیں تمہارا مددگار ہوں۔ یا کافر جب اپنی کثرت کی وجہ سے نبی کو ڈراتے ہیں، ان کی جماعت کو ڈراتے ہیں تو نبی کا جواب یہی ہوتا ہے کہ تم مجھے اپنے میں واپس لوٹنے کی باتیں تو کرتے ہو لیکن کیا میرے ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچانے میں تم یا کوئی اور میری مدد کر سکتا ہے؟ پس اللہ تعالیٰ کو کسی کی مدد کی ضرورت نہیں۔ لیکن انبیاء کے سلسلے کے ذریعہ اللہ تعالیٰ انسانوں کو موقع دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے اگر تم کوئی کوشش کرو تو اللہ تعالیٰ تمہیں اتنا نوازتا ہے کہ عام انسانوں کو جن کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے، ہم معمولی انسان ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے مددگاروں میں شمار کر لیتا ہے۔ پس اس بات کو سامنے رکھتے ہوئے ہمیں یہ جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ اس زمانے میں اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا جو سلسلہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے شروع فرمایا ہے اور ہمیں اس میں شامل ہونے کی توفیق دی ہے اور پھر ہمیں ایک پختہ سوچ کی عمر تک بھی پہنچایا ہے تو ہماری کیا ذمہ داریاں ہیں۔ بیشک یہ سلسلہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تائیدات اور نصرت سے شروع فرمایا ہے اور تائیدات اور نصرت کے نظارے دکھا بھی رہا ہے لیکن ہم سے بھی مطالبہ ہے کہ اس سلسلہ کی غرض و غایت پر نظر رکھیں اور جہاں دنیا کو ان اغراض سے آگاہ کریں، خدا تعالیٰ کی وحدانیت کا دنیا میں اعلان کر کے اسے اس طرف بلائیں، اسلام کی خوبصورت تعلیم دنیا کو بتائیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ اور خاتم الرسل ہونے کا ادراک مسلمانوں اور غیر مسلموں میں پیدا کریں وہاں اپنے بھی جائزے لیں کہ کس حد تک توحید ہم میں راسخ ہے اور ہم تسبیح و تحمید کی طرف توجہ کرتے ہیں؟ اسلام کی خوبصورت تعلیم پر ہم کتنا عمل کر رہے ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق کس حد تک ہمیں درود بھیجنے کی طرف مائل رکھتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ کو اپنانے کی طرف ہم توجہ دیتے ہیں؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہم سے کیا چاہتے ہیں؟

اس وقت مَیں آپ کے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کچھ ارشادات رکھوں گا جو آپ نے اپنے سلسلہ کے قیام کی اغراض کے بارے میں فرمائے۔ اور یہ ارشادات ہمیں ہماری ذمہ داریوں کی طرف بھی توجہ دلاتے ہیں۔ اگر ہم یہ سوچ بنا لیں کہ ہر نصیحت یا ہر حالت کا نقشہ جو نیکوں اور بدوں کا کھینچا جاتا ہے وہ ہماری حالتوں کے جائزے لینے والا اور اصلاح کرنے والا ہونا چاہئے تو ہماری حقیقی اصلاح ہو سکتی ہے۔ ہم حقیقی رنگ میں انصار اللہ کہلا سکتے ہیں۔ ہم حقیقی رنگ میں دوسروں کی تربیت کرنے والے بن سکتے ہیں۔ بہرحال اس وقت جیسا کہ مَیں نے کہا میں چند اقتباسات پیش کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں:

''بدی ایک ایسا ملکہ ہے جو انسان کو ہلاکت کی طرف لے جاتا ہے اور دل بے اختیار ہو کر قابو سے نکل جاتا ہے خواہ کوئی یہ کہے کہ شیطان حملہ کرتا ہے خواہ کسی اور طرز پر اس کو بیان کیا جاوے یہ ماننا پڑے گا کہ آج کل بدی کا زور ہے اور شیطان اپنی حکومت اور سلطنت کو قائم کرنا چاہتا ہے۔ بدکاری اور بے حیائی کے دریا کا بند ٹوٹ پڑا ہے اور وہ اطراف میں طوفانی رنگ میں جوش زن ہے۔ پس کس قدر ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ جو ہر مصیبت اور مشکل کے وقت انسان کا دستگیر ہوتا ہے اِس وقت اُسے ہر بلا سے نجات دے۔ چنانچہ اس نے اپنے فضل سے اس سلسلہ کو قائم کیا ہے'' (ملفوظات جلد سوم صفحہ 17۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

اللہ تعالیٰ نے ان انسانوں کو، ان بندوں کو جن کو وہ نجات دینا چاہتا ہے، شیطان سے نجات دلوانے کے لئے اس سلسلے کو قائم کیا ہے۔ پس جیسا کہ میں نے کہا کہ انصار کی ایک پختہ عمر ہوتی ہے تو ہمیں خود ہی اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ کیا ہر قسم کی برائیوں سے بچ کر ہم سلسلہ کے قیام کی غرض کو پورا کرنے والے ہیں؟

پھر اس بات کی وضاحت فرماتے ہوئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کے لئے یہ سلسلہ قائم ہوا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

''اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو اسی لئے قائم کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور عزت کو دوبارہ قائم کریں۔ ایک شخص جو کسی کا عاشق کہلاتا ہے۔ اگر اس جیسے ہزاروں اور بھی ہوں تو اس کے عشق و محبت کی خصوصیت کیا رہی۔ (اگر ایک شخص کے بہت سارے محبوب ہوں تو خصوصیت تو کوئی نہ رہی۔ فرمایا) تو پھر اگر یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور عشق میں فنا ہیں'' جیسا کہ مسلمان عام طور پر یہ دعویٰ کرتے ہیں'' تو یہ کیا بات ہے کہ ہزاروں خانقاہوں اور مزاروں کی پرستش کرتے ہیں''۔ (عام مسلمانوں میں دیکھ لیں یہی طریقہ ہے۔ فرماتے ہیں کہ) ''مدینہ طیبہ تو جاتے نہیں مگر اجمیر اور دوسری خانقاہوں پر ننگے سر اور ننگے پاؤں جاتے ہیں۔ پاک پٹن کی کھڑکی میں سے گذر جانا ہی نجات کے لیے کافی سمجھتے ہیں۔ کسی نے کوئی جھنڈا کھڑا کر رکھا ہے۔ کسی نے کوئی اور صورت اختیار کر رکھی ہے۔ ان لوگوں کے عرسوں اور میلوں کو دیکھ کر ایک سچے مسلمان کا دل کانپ جاتا ہے کہ یہ انہوں نے کیا بنا رکھا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کو اسلام کی غیرت نہ ہوتی اور اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ۔ (آل عمران:20) خدا کا کلام نہ ہوتا اور اس نے نہ فرمایا ہوتا اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر:10) تو بیشک آج وہ حالت اسلام کی ہوگئی تھی کہ اس کے مٹنے میں کوئی بھی شبہ نہیں ہو سکتا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی غیرت نے جوش مارا اور اس کی رحمت اور وعدۂ حفاظت نے تقاضا کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بروز کو پھر نازل کرے اور اس زمانہ میں آپ (ﷺ) کی نبوّت کو نئے سرے سے زندہ کر کے دکھا دے۔ چنانچہ اس نے اس سلسلہ کو قائم کیا

اور مجھے مامور اور مہدی بنا کر بھیجا۔'' (ملفوظات جلد دوم صفحہ 65۔ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پس یہ ان اغراض میں سے ایک بہت بڑی غرض ہے جس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے اور یہ سلسلہ قائم ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت وعزت کا قیام تبھی ہوگا جب ہم اپنی حالتوں کو حقیقی رنگ میں اُسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریں گے۔ عبادتوں کے معیار ہیں۔ دوسروں کے حقوق ہیں۔ ان باتوں کا مختلف اوقات میں ذکر کرتا رہتا ہوں۔ یاددہانیاں بھی آپ کو کروائی جاتی ہیں۔ ان کی طرف توجہ دینی چاہئے۔ پس پہلا کام تو ہمارا یہ ہے کہ ان باتوں کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنا کر دنیا کو دکھائیں۔ اور یہی چیز ہے جو دنیا کو بتائے گی کہ اس نبی کے نمونے پر چلنے کی جو ہم بھرپور کوشش کرتے ہیں اور خاص لگن اور شوق سے کوشش کرتے ہیں یہی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زندہ نبی ہونے کا ثبوت ہے۔

پھر ایک جگہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

''اگر خدا تعالیٰ کا فضل شاملِ حال نہ ہوتا تو قریب تھا کہ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ اور پسندیدہ دین کا نام ونشان مٹ جاتا مگر چونکہ اس نے وعدہ کیا ہوا تھا اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر:10) یہ وعدۂ حفاظت چاہتا تھا کہ جب غارتگری کا موقعہ ہو تو وہ خبر لے۔ چوکیدار کا کام ہے کہ وہ نقب دینے والوں کو پوچھتے ہیں۔ اور دوسرے جرائم والوں کو دیکھ کر اپنے منصبی فرائض عمل میں لاتے ہیں۔ اسی طرح آج چونکہ فتن جمع ہوگئے تھے اور اسلام کے قلعہ پر ہر قسم کے مخالف ہتھیار باندھ کر حملہ کرنے کو تیار ہوگئے تھے اس لیے خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ منہاجِ نبوت قائم کرے۔ یہ مواد اسلام کی مخالفت کے دراصل ایک عرصہ دراز سے پک رہے تھے اور آخر اب پھوٹ نکلے۔ جیسے ابتدا میں نطفہ ہوتا ہے اور پھر ایک عرصہ مقررہ کے بعد بچہ بن کر نکلتا ہے۔ اسی طرح پر اسلام کی مخالفت کے بچہ کا خروج ہو چکا ہے اور اب وہ بالغ ہو کر پورے جوش اور قوت میں ہے۔ اس لیے اس کو تباہ کرنے کے لیے خدا تعالیٰ نے آسمان سے ایک حربہ نازل کیا اور اس مکروہ شرک کو جو اندرونی اور بیرونی طور پر پیدا ہو گیا تھا، دُور کرنے کے لیے اور پھر خدا تعالیٰ کی توحید اور جلال قائم کرنے کے واسطے اس سلسلہ کو قائم کیا ہے۔ یہ سلسلہ خدا کی طرف سے ہے اور مَیں بڑے دعوے اور بصیرت سے کہتا ہوں کہ بے شک یہ خدا کی طرف سے ہے۔ اس نے اپنے ہاتھ سے اس کو قائم کیا ہے۔ جیسا کہ اس نے اپنی تائیدوں اور نصرتوں سے جو اس سلسلہ کے لیے اس نے ظاہر کی ہیں دکھا دیا ہے۔''

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 93-92۔ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پس بیشک اللہ تعالیٰ کی نصرت اور تائیدات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے قائم کردہ اس سلسلے کے ساتھ ہیں اور سلسلہ کی ہر روز جو ترقی ہو رہی ہے اس پر گواہ ہیں۔ لیکن ہمیں بھی اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور جلال کے لئے اور اسلام کی تعلیم کے پھیلانے کے لئے ہمارا کیا کردار ہے؟

اس بارے میں فرماتے ہوئے کہ خدا تعالیٰ کی سچی محبت قائم کی جاوے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

''تمام انبیاء علیہم السلام کی بعثت کی غرض مشترک یہی ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ کی سچی اور حقیقی محبت قائم کی جاوے اور بنی نوع انسان اور اِخوان کے حقوق اور محبت میں ایک خاص رنگ پیدا کیا جاوے۔ جب تک یہ باتیں نہ ہوں تمام امور صرف رسمی ہوں گے۔ خدا تعالیٰ کی محبت کی بابت تو خدا ہی بہتر جانتا ہے''۔ (کہتے ہیں جی ہمارے دل میں ہے تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے) لیکن بعض اشیاء بعض سے پہچانی جاتی ہیں۔ مثلاً ایک درخت کے نیچے پھل ہو تو کہہ سکتے ہیں کہ اس کے اوپر بھی ہوں گے۔ لیکن اگر نیچے کچھ بھی نہیں تو اوپر کی بابت کب یقین ہو سکتا ہے؟ اسی طرح پر بنی نوع انسان اور اپنے اِخوان کے ساتھ جو یگانگت اور محبت کا رنگ ہو اور وہ اس اعتدال پر ہو جو خدا نے قائم کیا ہے تو اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ بھی محبت ہو''۔ یہ خاص سمجھنے والی بات ہے۔ ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور یگانگت کا تعلق جس طرح خدا نے فرمایا ہے اس طرح ہو تو فرمایا تو اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ خدا کے ساتھ بھی محبت ہے۔ ورنہ یہ تو پتا نہیں کہ اللہ کے ساتھ محبت ہے کہ نہیں۔ اس کا اظہار اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے محبت سے ہی ملتا ہے۔ یہ بھی اس کا ایک ذریعہ ہے۔ فرماتے ہیں: ''پس بنی نوع کے حقوق کی نگہداشت اور اِخوان کے ساتھ تعلقات بشارت دیتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی محبت کا رنگ بھی ضرور ہے۔ دیکھو دنیا چندروزہ ہے اور آگے پیچھے سب مرنے والے ہیں''۔ بعض لوگوں کو جو بڑے ہو جاتے ہیں اور بڑی عمر کے انصار ہیں، انصار اللہ کی عمر میں داخل ہوتے ہی یہ احساس پیدا ہو جاتا ہے کہ اب ہم ایسی عمر میں جا رہے ہیں جہاں ہماری عمریں گھٹتی جا رہی ہیں۔ فرمایا: ''دیکھو دنیا چندروزہ ہے اور آگے پیچھے سب مرنے والے ہیں۔ قبریں منہ کھولے ہوئے آوازیں مار رہی ہیں اور ہر شخص اپنی اپنی نوبت پر جا داخل ہوتا ہے۔ عمر ایسی بے اعتبار اور زندگی ایسی ناپائیدار ہے کہ چھ ماہ اور تین ماہ تک زندہ رہنے کی امید کیسی؟ اتنی بھی امید اور یقین نہیں کہ ایک قدم کے بعد دوسرا قدم اٹھانے تک زندہ رہیں گے یا نہیں۔ پھر جب یہ حال ہے کہ موت کی گھڑی کا علم نہیں اور یہ پکی بات ہے کہ وہ یقینی ہے، ٹلنے والی نہیں تو دانشمند انسان کا فرض ہے کہ ہر وقت اُس کے لئے تیار رہے۔ اسی لئے قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے کہ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (آل عمران:103) ہر وقت جب تک انسان خدا تعالیٰ سے اپنا معاملہ صاف نہ رکھے اور ان ہر دو حقوق کی پوری تکمیل نہ کرے، بات نہیں بنتی۔''

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 96-95۔ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

جیسا کہ مَیں نے کہا ہے کہ حقوق بھی دو قسم کے ہیں۔ ایک حقوق اللہ اور دوسرے حقوق العباد۔ پس عمر کے ڈھلنے کے ساتھ ساتھ ان ہر دو قسم کے حقوق کی ادائیگی کی طرف ہمیں توجہ کرنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔

پھر جماعت کو مزید نصیحت فرماتے ہوئے کہ ہمیں کیسا ہونا چاہئے؟ آپ فرماتے ہیں کہ:

''جب خدا تعالیٰ نے یہ سلسلہ قائم کیا ہے اور اس کی تائید میں صدہا نشان اس نے ظاہر کئے ہیں اس سے اس کی غرض یہ ہے کہ یہ جماعت صحابہ کی جماعت ہو اور پھر خیر القرون کا زمانہ آ جاوے۔ جو لوگ اس سلسلہ میں داخل ہوں چونکہ وہ اٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ میں داخل ہوتے ہیں اس لئے وہ جھوٹے مشاغل کے کپڑے اتار دیں اور اپنی ساری توجہ خدا تعالیٰ کی طرف کریں۔ فیج اعوج (یعنی ٹیڑھی فوج) کے دشمن ہوں۔ اسلام پر تین زمانے گزرے ہیں۔ ایک قرون ثلاثہ۔ اس کے بعد فیج اعوج

کا زمانہ جس کی بابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لَيْسُوْا مِنِّيْ وَ لَسْتُ مِنْهُمْ۔ یعنی نہ وہ مجھ سے ہیں اور نہ مَیں ان میں سے ہوں اور تیسرا زمانہ مسیح موعود کا زمانہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے زمانہ سے ملحق ہے بلکہ حقیقت میں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ ہے۔ فیج اَعوج کا ذکر اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ بھی فرماتے تو یہی قرآن شریف ہمارے ہاتھ میں ہے اور آخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ (الجمعة:4) صاف ظاہر کرتا ہے کہ کوئی زمانہ ایسا بھی ہے جو صحابہ کے مشرب کے خلاف ہے اور واقعات بتا رہے ہیں کہ اس ہزار سال کے درمیان اسلام بہت سی مشکلات اور مصائب کا نشانہ رہا ہے۔ معدودے چند کے سوا سب نے اسلام کو چھوڑ دیا اور بہت سے فرقے معتزلہ اور اباحتی وغیرہ پیدا ہوگئے ہیں۔'' اسلام کی بدنامی کا ایک دَور اب آ رہا ہے۔ اسلام کی تعلیم کو لوگ چھوڑے بیٹھے ہیں اور بدقسمتی سے مسلمان علماء کی وہ جھوٹی تعلیمیں اور تفسیریں ہیں جن کے پیچھے چل کے وہ زمانے کے امام کو نہیں مان رہے اور چھوڑ رہے ہیں۔ گو دُور ہٹنے کا طریق بدل گیا لیکن اب بھی اسلام سے دُور ہٹایا جا رہا ہے۔ جو قریب ہو رہے ہیں وہ بھی اصل میں اسلام کی تعلیم سے دور ہو رہے ہیں۔

فرماتے ہیں: ''ہم کو اس بات کا اعتراف ہے کہ کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرا کہ اسلام کی برکات کا نمونہ موجود نہ ہو مگر وہ ابدال اور اولیاء اللہ جو اس درمیانی زمانہ میں گزرے ان کی تعداد اس قدر قلیل تھی کہ ان کروڑوں انسانوں کے مقابلہ میں جو صراط مستقیم سے بھٹک کر اسلام سے دُور جا پڑے تھے کچھ بھی چیز نہ تھے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کی آنکھ سے اس زمانہ کو دیکھا اور اس کا نام فیج اَعوج رکھ دیا۔ مگر اب اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ ایک اَور گروہ کثیر کو پیدا کرے جو صحابہ کا گروہ کہلائے۔ مگر چونکہ خدا تعالیٰ کا قانون قدرت یہی ہے کہ اس کے قائم کردہ سلسلہ میں تدریجی ترقی ہوا کرتی ہے اس لئے ہماری جماعت کی ترقی بھی تدریجی اور کَزَرْعٍ (کھیتی کی طرح) ہوگی اور وہ مقاصد اور مطالب اس بیج کی طرح ہیں جو زمین میں بویا جاتا ہے۔ وہ مراتب اور مقاصد عالیہ جن پر اللہ تعالیٰ اس کو پہنچانا چاہتا ہے ابھی بہت دُور ہیں۔ وہ حاصل نہیں ہوسکتے ہیں جب تک وہ خصوصیت پیدا نہ ہو جو اس سلسلہ کے قیام سے خدا کا منشاء ہے۔'' لوگ جماعت کی ترقی کے بارے میں باتیں کہتے ہیں۔ تو سب سے زیادہ بڑی ذمہ داری تو جماعت کے اس حصے کی ہے جو انصار اللہ کی عمر کو پہنچے ہوئے ہیں، جو بلوغت کے اعلیٰ معیاروں کو پہنچے ہوئے ہیں جن کی سوچیں بھی بالغ ہوچکی ہیں۔ فرمایا کہ: ''جب تک وہ خصوصیت پیدا نہ ہو جو اس سلسلہ کے قیام سے خدا کا منشاء ہے۔ توحید کے اقرار میں بھی خاص رنگ ہو۔ تبتّل الی اللہ ایک خاص رنگ کا ہو۔ ذکر الٰہی میں خاص رنگ ہو۔ حقوق اخوان میں خاص رنگ ہو۔''

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 95-94۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پس یہ وہ خصوصیات ہیں جو ہمیں پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ پھر قرآن کریم کے احسانات اور ہماری ذمہ داریوں کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''پس یاد رکھنا چاہئے کہ قرآن شریف نے پہلی کتابوں اور نبیوں پر احسان کیا ہے جو اُن کی تعلیموں کو جو قصہ کے رنگ میں تھیں علمی رنگ دے دیا ہے۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ کوئی شخص ان قصوں اور کہانیوں سے نجات نہیں پا سکتا جب تک وہ قرآن شریف کو نہ پڑھے کیونکہ قرآن شریف ہی کی یہ شان ہے کہ وہ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ۔ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ (الطارق:14-15)۔ وہ میزان، مہیمن، نور اور شفا اور رحمت ہے۔ جو لوگ قرآن شریف کو پڑھتے اور اسے قصہ سمجھتے ہیں انہوں نے قرآن شریف نہیں پڑھا بلکہ اس کی بے حرمتی کی ہے''۔ فرمایا کہ'' ہمارے مخالف کیوں ہماری مخالفت میں اس قدر تیز ہوئے ہیں؟ صرف اسی لیے کہ ہم قرآن شریف کو جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ سراسر نور، حکمت اور معرفت ہے دکھانا چاہتے ہیں۔ اور وہ کوشش کرتے ہیں کہ قرآن شریف کو ایک معمولی قصے سے بڑھ کر وقعت نہ دیں۔ ہم اس کو گوارا نہیں کر سکتے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہم پر کھول دیا ہے کہ قرآن شریف ایک زندہ اور روشن کتاب ہے۔ اس لیے ہم ان کی مخالفت کی کیوں پروا کریں۔ غرض مَیں بار بار اس امر کی طرف ان لوگوں کو جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہیں نصیحت کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے اس سلسلہ کو کشف حقائق کے لیے قائم کیا ہے کیونکہ بدُوں اس کے عملی زندگی میں کوئی روشنی اور نور پیدا نہیں ہوسکتا۔ اور مَیں چاہتا ہوں کہ عملی سچائی کے ذریعہ اسلام کی خوبی دنیا پر ظاہر ہو۔ جیسا کہ خدا نے مجھے اس کام کے لیے مامور کیا ہے۔ اس لیے قرآن شریف کو کثرت سے پڑھو مگر قصہ سمجھ کر نہیں بلکہ ایک فلسفہ سمجھ کر۔'' (ملفوظات جلد سوم صفحہ 155۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

ہماری رپورٹس میں ذکر ہوتا ہے اور صدر صاحب بھی ذکر کرتے ہیں کہ یہ کوشش ہو رہی ہے اور وہ کوشش ہو رہی ہے اتنا ہمارا ٹارگٹ ہے۔ اتنے لوگ قرآن شریف باقاعدہ پڑھتے ہیں لیکن یہ ٹارگٹ کوئی ٹارگٹ نہیں جب تک ہم انصار میں سے کم از کم سو فیصد انصار باقاعدہ قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے، اسے سمجھنے والے اور اس پر عمل کرنے والے نہ بن جائیں۔ یہ انصار کی بہت بڑی ذمہ داری ہے اور یہی نمونے ہیں جو پھر بچوں کی تربیت پر بھی اثر انداز ہوں گے اور یہ قائم کرکے آپ ان پر اثر انداز ہوسکتے ہیں۔

ایک جگہ آپ یہ فرماتے ہوئے کہ سلسلہ احمدیہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

''انہوں نے بڑے بڑے منصوبے کئے۔ خون تک کے مقدمے بنوائے'' (حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر) ''مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو باتیں ہوتی ہیں وہ ضائع نہیں ہوسکتیں۔ مَیں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ یہ سلسلہ خدا کی طرف سے ہے۔ اگر انسانی ہاتھوں اور انسانی منصوبوں کا نتیجہ ہوتا تو انسانی تدابیر اور انسانی مقابلے اب تک اس کو نیست و نابود کر چکے ہوتے۔ انسانی منصوبوں کے سامنے اس کا بڑھنا اور ترقی کرنا اس کے خدا کی طرف سے ہونے کا ثبوت ہے۔ پس جس قدر تم اپنی قوت یقین کو بڑھاؤ گے اسی قدر دل روشن ہوگا۔''

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 257۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

اور قوت یقین اسی وقت بڑھتی ہے جب عملی طور پر دین کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی طرف توجہ پیدا ہوگی۔ پس ہم دیکھتے ہیں جیسا کہ مَیں نے شروع میں کہا تھا اللہ تعالیٰ کی تائیدات تو دنیا کو احمدیت سے متعارف کرانے کے لئے بہت بڑا کردار ادا کر رہی ہیں۔ ہماری کوششیں اس میں کوئی نہیں ہوتیں۔ اللہ تعالیٰ کس طرح لوگوں کے دل کھول رہا ہے۔ کس طرح لوگوں کے رخ پھیر رہا ہے۔ انہیں

ایمان اور یقین میں کس طرح بڑھا رہا ہے۔اس کے بعض واقعات مَیں پیش کروں گا لیکن اس سے پہلے پھر ایک اقتباس پیش کرتا ہوں جو جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔فرمایا کہ:

"قرآن شریف کو پڑھو اور خدا سے کبھی ناامید نہ ہو۔مومن خدا سے کبھی مایوس نہیں ہوتا۔یہ کافروں کی عادت میں داخل ہے کہ وہ خدا تعالیٰ سے مایوس ہو جاتے ہیں۔ہمارا خدا عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر (البقرۃ: 21) ہے۔قرآن شریف کا ترجمہ بھی پڑھو اور نمازوں کو سنوار سنوار کر پڑھو اور اس کا مطلب بھی سمجھو۔اپنی زبان میں بھی دعائیں کرو۔قرآن شریف کو ایک معمولی کتاب سمجھ کر نہ پڑھو بلکہ اس کو خدا تعالیٰ کا کلام سمجھ کر پڑھو۔نمازوں کو اسی طرح پڑھو جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے۔......نماز کا اصل مغز اور روح تو دعا ہی ہے۔"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 257-258۔ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پس ہمیں یہ تمام باتیں اپنے سامنے رکھنی چاہئیں کہ ہم اپنی بیعت کا بھی حق ادا کر سکیں اور اپنی تنظیم کے نام کی لاج بھی رکھ سکیں ورنہ جیسا کہ میں نے کہا سلسلے کی ترقی کے وعدے ہیں اور یہ پورے ہوں گے اور ہو رہے ہیں۔کوئی انسانی ہاتھ اس ترقی میں روک نہیں بن سکتا۔اللہ تعالیٰ کا ہم پر احسان ہے کہ اگر ہم اس کے دین کی اشاعت کے لئے معمولی کوشش کریں تو وہ ہمیں نوازتا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی فرمایا ہے کہ تمام مخالفت کے باوجود یہ ترقی ہوتی ہے اور ہوگی کیونکہ یہ انسانی سلسلہ نہیں ہے۔اور جیسا کہ میں نے بتایا یہ ترقی ہو رہی ہے۔اور کس طرح ہو رہی ہے؟اس کے واقعات جیسا کہ مَیں نے کہا بیان کرتا ہوں۔

کانگو کے جلسہ سالانہ میں ایک نوجوان آیا۔اس نے کہا کہ میں پچھلے پانچ سال سے جماعت پر تحقیق کر رہا تھا۔میں خاموشی سے جماعت کے پروگراموں میں شرکت کرتا رہا اور کسی پر کچھ ظاہر نہیں ہونے دیا لیکن جماعت کی سرگرمیوں اور تعلیمات کا مشاہدہ کرتا رہا اور جائزہ لیتا رہا۔جب تسلی ہوگئی تو ابھی اسی سال مَیں نے بیعت کر لی ہے۔مَیں گواہی دیتا ہوں کہ جماعت احمدیہ سچائی پر قائم ہے۔اب یہ کس نے اس نوجوان کے دل میں ڈالا ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کام کر رہی ہے اور یہ ایک دو واقعات نہیں ہیں بیشمار ایسے واقعات ہیں۔

یوکے کا جو جلسہ سالانہ ہوا اس (کے بارہ) میں بھی یہاں کی ایک انگریز خاتون ہیں انہوں نے مجھے لکھا کہ بڑے عرصے سے تحقیق کر رہی تھی لیکن یہاں جلسے کا ماحول دیکھ کے توجہ پیدا ہوئی اور بیعت کر لی۔

پھر غانا سے ہمارے یوسف ایڈوسئی صاحب ہیں جو نیشنل سیکرٹری تبلیغ ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی تائید کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ تائیدات فرماتا ہے اور پھر لوگوں کے دلوں کو احمدیت کی طرف پھیرتا ہے اور احمدیت کی سچائی ظاہر کرتا ہے۔کہتے ہیں لمبونا کے مقام پر ہمارے ایک داعی الی اللہ، عبداللہ صاحب سے دوران تبلیغ بارش کے لئے دعا کرنے کے لئے کہا گیا۔جس پر انہوں نے اعلان کیا کہ کیونکہ وہ امام مہدی کے پیغام کو پہنچانے کے لئے تبلیغ کر رہے ہیں اس لئے ان کی دعا قبول ہوگی۔یہ یقین بھی دور دراز علاقوں کے ان لوگوں میں پیدا ہو چکا ہے جو احمدی ہوئے اور انہوں نے صحیح رنگ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیغام کو سمجھا۔بہر حال کہتے ہیں انہوں نے دعا کی اور کہا کہ اب ضرور بارش ہوگی۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسی رات ایک بجے اس علاقے میں موسلا دھار بارش ہوئی اور قبولیت دعا کے اس نشان کو دیکھتے ہوئے اس علاقے سے ایک بڑی تعداد کو قبول احمدیت کی توفیق ملی۔تو یہ تھوڑے تھوڑے اور چھوٹے چھوٹے واقعات ہیں لیکن اللہ تعالیٰ جب تبلیغ کرنے والوں کے دلوں میں بھی یقین پیدا کر دیتا ہے اور ان کے عمل بھی ایسے ہوں تو پھر اس کے نتائج بھی بے انتہا عظیم نکلتے ہیں۔

پھر یورپ میں آئے ہوئے ایک شخص کو اللہ تعالیٰ نے کس طرح احمدیت کی سچائی کا بتایا۔ہمارے کوسووو کے ایک مبلغ صمد صاحب ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ ایک مخلص نوجوان فالتون صاحب کو احمدیت میں داخل ہونے کی توفیق ملی۔فالتون مصطفیٰ نام ہے۔مصطفیٰ صاحب چند مہینوں سے زیر تبلیغ تھے۔کیمسٹری اور بیالوجی میں گریجویشن کر رہے تھے۔ایک تبلیغی نشست کے دوران انہوں نے اپنا ایک روحانی تجربہ سنایا۔انہوں نے بتایا کہ ایک رات وہ ہر روز کی طرح اپنے موبائل میں صبح جلدی اٹھنے کے لئے الارم لگا کر سو گئے۔صبح جب الارم بجا تو موصوف نے الارم بند کر کے اٹھنے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ اچانک ان کے کانوں میں ایک آواز سنائی دی کہ احمدیت سے دُور مت ہونا۔یہ سنتے ہی فوراً اٹھ بیٹھے اور اس پیغام نے ان کے دل پر ایسا گہرا اثر کیا کہ اسی ہفتے بروز جمعہ باقاعدہ بیعت فارم پُر کر کے اسلام احمدیت میں داخل ہو گئے۔

تو یہ نمونے اللہ تعالیٰ یہ بتانے کے لئے دکھاتا ہے کہ اگر وہ چاہے تو ہر ایک کے دل کو اس طرف مائل کر سکتا ہے۔یہ تمہارا کوئی کمال نہیں ہے کہ تم تبلیغ کرو تو پھر ہی احمدیت پھیلے گی۔جو دین نشانات کے ذریعہ سے پھیلتا ہے وہ بہت تیزی سے پھیلتا ہے۔پس ایک تو جہاں ہمیں اپنے اندر تبدیلیاں پیدا کرنے کی ضرورت ہے وہاں اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرتے ہوئے، اپنی حالتوں کو بدلتے ہوئے وہ حالت پیدا کرنے کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں غیر معمولی نشانات بھی دکھائے۔

یوسف عثمان کمبالایا صاحب جو سونگیا تنزانیہ کے ریجنل مبلغ ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ سونگیا ریجن میں ایک جماعت ہے وہاں تین لوگ خاکسار کے زیر تبلیغ تھے اور ان کے ساتھ کسی نہ کسی موضوع پر گفتگو ہوتی رہتی تھی۔ایک دن وہ مشن ہاؤس آئے اور دوران گفتگو انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر دیکھی اور کہا کہ یہ کسی جھوٹے شخص کی تصویر نہیں ہو سکتی۔یقیناً یہ ایک سچا نبی ہے۔انہوں نے اسی وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر لی۔بیعت کے بعد خدا تعالیٰ نے ان کو ایمان میں بڑھایا حتی کہ اب وہ جماعت احمدیہ کے پیغام کو آگے پھیلا رہے ہیں اور تبلیغ کر رہے ہیں۔

غیر از جماعت علماء کی کوششیں ہر جگہ ہیں جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا لیکن اللہ تعالیٰ کی تقدیر بھی اپنا کام کر رہی ہے اور کوششیں ناکام و نامراد ہو رہی ہیں۔

اصغر علی بھٹی صاحب ہمارے نائیجر کے مبلغ ہیں، کہتے ہیں کہ دسمبر 2013ء کے شروع میں ہم نے ایک گاؤں سوا سامعا (Sawa Samea) میں تبلیغ کی اور اس کے بعد وہاں سے آٹھ افراد پر مشتمل ایک وفد کو مشن ہاؤس بلا کر مزید دو دن جماعت کا تفصیلی تعارف کروایا۔اسی دوران جلسہ سالانہ نائیجر آ گیا۔اس میں بھی ان کو شمولیت کی دعوت دی۔جب اس گاؤں کا وفد اپنے امام کے ساتھ جلسہ میں

شمولیت کے لئے کیمپبل نیامی پہنچا جواُن کا شہر ہے تو اسی گاؤں کی ایک فیملی جو پڑھ لکھ جانے اور جاب ملنے کی وجہ سے نیامی میں رہتی ہے اور وہابی بن چکی ہے ان کو پتا چل گیا۔ وہ رات کو آ کر اس وفد کو اپنے گھر دعوت کے بہانے لے گئے جہاں انہوں نے اپنے بڑے امام صاحب کو بلوایا ہوا تھا۔ یہاں اس امام نے پورا زور لگا کر ثابت کرنے کی کوشش کی کہ احمدی تو کافر ہیں اور آپ کہاں پھنس گئے ہیں۔ فوراً توبہ کریں اور وہابی بن جائیں۔ ہم آپ کو مسجد بھی دلائیں گے۔ امام صاحب نے واپس مارادی مشن ہاؤس آ کر اس ملاقات کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ میں نے وہابیوں کے امام صاحب کو جواب دیتے ہوئے کہا کہ آپ کی اس مخالفانہ تقریر کے بعد جماعت کی سچائی کے بارے میں پہلے اگر مجھے کوئی شک تھا تو وہ بھی آج دُور ہو گیا ہے۔ کیونکہ جب سے یہاں آیا ہوں آپ کو گالی دیتے سنا ہے اور مَیں جب تک وہاں جلسہ گاہ میں رہا احمدیوں کو قرآن سناتے سنا اور میں آپ کو کہتا ہوں کہ اگر ساری دنیا کے مسلمان احمدی ہو جائیں یا کم از کم احمدیوں جیسے ہو جائیں تو دنیا میں فوری امن آ جائے گا۔ وہابی مولوی صاحب نے فوراً پینترا بدلا اور کہنے لگے کہ اچھا اگر احمدیت نہیں چھوڑنی تو نہ چھوڑو لیکن گاؤں والوں کو میرا یہ پیغام تو پہنچا دو۔ وہ کہتے ہیں واپس گاؤں جا کر مَیں نے حسب وعدہ وہابی مولوی کا پیغام پہنچا دیا کہ ٹھیک ہے پہنچا دیتا ہوں۔ گاؤں والوں کو یہ پیغام دیا تو ان سب کا یہ جواب تھا کہ ہمیں صرف احمدیت چاہئے۔ سبھی نے اس مخالفانہ پیغام کو رڈ کر دیا۔ اب یہ گاؤں پورے کا پورا احمدیت قبول کر چکا ہے اور باقاعدہ جماعت قائم ہو چکی ہے۔

اب یہاں سے ایک دوسرے ملک چلتے ہیں۔ یورپ کے بھی اور افریقہ کے بھی مختلف ملکوں کے واقعات میں نے آپ کو بیان کئے ہیں۔

افریقہ کا ایک ملک ہے گیمبیا۔ یہاں کے امیر صاحب لکھتے ہیں کہ ہماری تبلیغی ٹیم نے نیامِینا ایسٹ (Niamina East) ڈسٹرکٹ کے گاؤں مَامُت فانا (Mamut Fana) کا کئی بار دورہ کیا اور گاؤں کے 150 گھروں میں سے 96 گھروں نے احمدیت قبول کر لی۔ بیعت کرنے والوں کی تعداد تقریباً ڈیڑھ ہزار ہے۔ یہ گاؤں اور ارد گرد کا علاقہ تیجانی فرقے کا گڑھ ہے۔ لوگوں کے احمدیت قبول کرنے کی وجہ سے مخالفین بے چین ہو گئے اور غیر احمدیوں کے بعض سرکردہ افراد اور گیمبیا میں ایک اسلامی تنظیم کے افراد اور بعض علماء جو سینیگال سے بلائے گئے تھے ان سب نے مذکورہ گاؤں کا دورہ کیا اور گاؤں الکالی اور بعض اہم افراد سے ملے تا کہ احمدیت کی تبلیغ کو روکا جائے اور جو احمدی ہو گئے ہیں انہیں واپس لایا جا سکے۔ یہ گروپ مذکورہ گاؤں کے علاوہ ارد گرد کے دیہات میں بھی اور بالخصوص نومبائعین کے پاس گیا جنہوں نے حال ہی میں احمدیت قبول کی تھی۔ اس وفد نے پہلے اپنا تعارف کروایا اور پھر کہا کہ وہ یہ بتانے کے لئے آئے ہیں کہ احمدی کافر ہیں۔ اس لئے کوئی بھی ان کے پیچھے نہ چلے۔ ان پر پاکستان میں پابندیاں لگی ہوئی ہیں۔ یہ کسی قسم کی کوئی اسلامی سرگرمی نہیں کر سکتے اور ان کے لیڈر پر پاکستان جانے پر بھی پابندی ہے اور اب وہ انگلینڈ میں ہے اور احمدی بالکل عیسائیوں کی طرح ہیں اس لئے گاؤں والوں کو انہیں قبول نہیں کرنا چاہئے۔ اس پر نومبائعین نے جواب دیا کہ اللہ کے فضل و کرم سے ہم احمدی مسلمان ہیں اور اگر انہیں قتل بھی کر دیا جائے تو وہ احمدی ہی رہیں گے۔ پھر کہا کہ احمدی مسلمان جو اسلام کا پیغام پہنچا رہے ہیں وہی دراصل سچا اسلام ہے اور زمانے کے امام کو شناخت کرنا ہی اصل نیکی اور سعادتمندی ہے۔ ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ فروری 2014ء تا جون 2014ء مذکورہ دو گاؤں میں دو ہزار سے زیادہ نومبائعین ہیں۔ سب احمدی ہیں۔ سعودی عرب کے تربیت یافتہ علماء فسادات کی جڑ ہیں اور احمدیت کی مخالفت میں پیش پیش ہیں۔ یہ لوگ اپنے ناپاک عزائم میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔

تو یہ وہ نومبائعین ہیں جن کی ابھی احمدیت اتنی پرانی بھی نہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو اتنا مضبوط کر دیا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تائید میں ایسے نشان دکھائے ہیں کہ آدمی حیران رہ جاتا ہے۔ پس اگر اللہ چاہے تو تمام دنیا کے دل پھیر سکتا ہے لیکن اس نے ہمارے ذمہ یہ کام لگایا ہے کہ تم بھی اپنی حالتوں کو بدلو۔ اپنے عملوں کو بدلو۔ اپنی تبلیغ کے ساتھ اپنے نمونوں کو اس طرح بناؤ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لئے اُسوہ قائم فرمایا ہے تا کہ تمہاری کوششوں کو پھل بھی لگیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی تم جزا پانے والے ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''یقیناً یاد رکھو۔ یہ سلسلہ اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے قائم کیا ہے۔ اگر یہ سلسلہ قائم نہ ہوتا تو دنیا میں نصرانیت پھیل جاتی اور خدائے وحدہٗ لاشریک کی توحید قائم نہ رہتی یا یہ مسلمان ہوتے جو اپنے ناپاک اور جھوٹے عقیدوں کے ساتھ نصرانیت کو مدد دیتے ہیں اور ان کے معبود اور خدا بنائے ہوئے مسیح کے لئے میدان خالی کرتے ہیں۔ یہ سلسلہ اب کسی ہاتھ اور طاقت سے نابود نہ ہوگا۔ یہ ضرور بڑھے گا اور پھولے گا اور خدا کی بڑی بڑی برکتیں اور فضل اس پر ہوں گے۔ جب ہمیں خدا کے زندہ اور مبارک وعدے ہر روز ملتے ہیں اور وہ تسلی دیتا ہے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اور تمہاری دعوت زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ پھر ہم کسی کی تحقیر اور گالی گلوچ پر کیوں مضطرب ہوں۔'' (ملفوظات جلد سوم صفحہ 284۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پس یہ تو الٰہی تقدیروں میں سے ایک تقدیر ہے کہ اسلام کی حقیقی تعلیم نے غالب آنا ہے۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ اپنے آخری دین کو جو کامل اور مکمل دین ہے جو اللہ تعالیٰ کے سب سے پیارے نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اترا ہے بے یار و مددگار چھوڑ دے یا اس کو ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں دے دے جو اس کی اصل تعلیم کو بھلا کر اس کا سب کچھ بگاڑنے والے ہوں۔ اس میں بدعات اور خرابیاں پیدا ہو جائیں۔ اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق کے ذریعہ سے غلبہ کے سامان فرمائے ہیں۔ پس یہ ہماری ذمہ داری ہے، خاص طور پر انصار اللہ کی، کہ اپنی حالتوں کو دین اسلام کی تعلیم کے مطابق ڈھال کر، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ پر چلنے کی کوشش کرتے ہوئے توحید کے قیام کے لئے اپنی تمام تر طاقتوں کو استعمال کریں اور قرآن کریم کے احکامات پر عمل کرتے ہوئے اس کی حکومت اپنے دلوں پر قائم کریں۔ اور یہ نمونے پھر اپنی نسلوں کے لئے پیش کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کا حق ادا کرتے ہوئے حقیقی انصار بنیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ اب دعا کر لیں۔

مجلس انصار اللہ کے سالانہ اجتماع میں علمی مقابلہ جات کا نصاب

تلاوت قرآنِ کریم

مقابلہ میں شامل ناصر کو سورۃ البقرۃ کی آیات 41 تا 60 میں سے کوئی سی تین آیات پڑھنی ہوں گی۔

حفظِ القرآن

مقابلہ میں سورۃ یٰسین کی پہلی 42 آیات میں سے کسی جگہ سے بھی زبانی امتحان لیا جاسکتا ہے۔

نظم خوانی

مقابلہ میں شامل کنندہ نصاب میں مہیا کیے گئے حصہ میں سے کوئی سے تین اشعار پیش کرسکتا ہے۔اشعار کو دہرانے کی اجازت نہیں ہوگی:

مقابلہ نظم خوانی کا نصاب یہ ہے: (از درثمین)

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دیں کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال
اب آگیا مسیح جو دیں کا امام ہے
دیں کی تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
اب آسماں سے نورِ خدا کا نزول ہے
اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے
دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد
منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد

اور

طالبو ! تم کو مبارک ہو کہ اب نزدیک ہیں
اُس مِرے محبوب کے چہرہ کے دکھلانے کے دن
وہ گھڑی آتی ہے جب عیسےٰ پکاریں گے مجھے
اب تو تھوڑے رہ گئے دجّال کہلانے کے دِن
اے مِرے یارِ یگانہ ! اے مِری جاں کی پناہ !
کر وہ دِن اپنے کرم سے دیں کے پھیلانے کے دِن
پھر بہارِ دیں کو دِکھلا اے مِرے پیارے قدیر
تلک دیکھیں گے ہم لوگوں کے بہکانے کے دِن

(از کلام طاہر)

اِک رات مَفاسِد کی وہ تیرہ و تار آئی
جو نور کی ہر مشعل ظلمات پہ وار آئی
تاریکی پہ تاریکی ، گمراہی پہ گمراہی
اِبلیس نے کی اپنے لشکر کی صف آرائی
طوفانِ مَفاسِد میں غرق ہوگئے بحر و بَر
اِیرانی و فارانی ۔ رُومی و بُخارائی

(از کلام محمود)

دِل میں ہو سوز تو آنکھوں سے رواں ہوں آنسو
تم میں اسلام کا ہو مغز ، فقط نام نہ ہو
عقل کو دین پہ حاکم نہ بناؤ ہرگز
یہ تو خود اندھی ہے گر نیّرِ الہام نہ ہو
عُسر ہو یُسر ہو تنگی ہو کہ آسائش ہو
کچھ بھی ہو بند مگر دعوتِ اسلام ہو

مقابلہ تقریر اردو تیار شدہ

(تقریر کا دورانیہ تین منٹ ہے۔ پڑھ کر تقریر کرنے کی اجازت نہیں)۔

تقاریر کے عناوین یہ ہیں:

بعثت حضرت مسیح موعودؑ از روئے حدیث

بعثت حضرت مسیح موعودؑ از روئے تورات وانجیل

اطاعت نظام جماعت

دہریہ معاشرہ میں تبلیغ کیسے کی جائے

مالی قربانی کی اہمیت

استحکام خلافت اور انصار کی ذمہ داری

خاندان کے سربراہ کی حیثیت سے ناصر کا کردار

دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد اور ہماری ذمہ داریاں

مساجد میں نماز باجماعت کی ادائیگی اور انصار کی ذمہ داریاں

مقابلہ تقریر ۔ اردو فی البدیہہ

تیاری کے لئے پانچ منٹ اور تقریر کے لئے دو منٹ کا وقت ہوگا۔

کوئز مقابلہ جات

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی حیات مبارکہ

قادیان میں دور خلافت ثانیہ

ضروری نوٹ

ریجنل اجتماعات میں سوائے پہلی تین پوزیشن حاصل کرنے والے انصار ہی مرکزی اجتماع میں شامل ہوسکیں گے اگر کوئی حاضر نہ ہو تو اُن کی جگہ دوسرا شخص حصہ نہیں لے سکے گا۔ فی البدیہہ تقریر میں نیشنل اجتماع میں کوئی بھی حصہ لے سکتا ہے۔

ڈائمنڈ جوبلی مضمون

= مجلس انصار اللہ کی قیام کی اغراض ومقاصد۔

= برکاتِ خلافت۔

= دین کو دنیا پر مقدم کرنا۔

= مخالفتِ احمدیت اور تائید الٰہی۔

نوٹ: چھ تا سات ہزار الفاظ۔ صفحہ کے ایک طرف لکھیں۔

انصار اپنے اجتماع کی کامیابی کے لئے بھی دعائیں کرتے رہیں۔

قرآنی قسموں کی فلاسفی

مرتبہ : سعد محمود باجوہ مربی سلسلہ

﴿دوسری اور آخری قسط﴾

خدا تعالیٰ کے قسم کھانے میں ایک حکمت شریعت اور قانونِ قدرت میں تعلق پیدا کرنا ہے۔ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

"اب ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کی قسموں کا انسان کی قسموں کے ساتھ قیاس درست نہیں ہو سکتا کیونکہ خدا تعالیٰ کو انسان کی طرح کوئی ایسی مشکل پیش نہیں آتی کہ جو انسان کو قسم کے وقت پیش آتی ہے بلکہ اس کا قسم کھانا ایک اور رنگ کا ہے جو اس کی شان کے لائق اور اس کے قانون قدرت کے مطابق ہے اور غرض اس سے یہ ہے کہ تا صحیفہ قدرت کے بدیہات کو شریعت کے اسرار دقیقہ کے حل کرنے کے لیے بطور شاہد کے پیش کرے اور کیونکہ اس مدعا کو قسم سے ایک مناسبت تھی اور وہ یہ کہ جیسا ایک قسم کھانے والا جب مثلاً خدا تعالیٰ کی قسم کھاتا ہے تو اس کی غرض یہ ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ اس واقعہ پر گواہ ہے۔ اس طرح خدا تعالیٰ کے بعض کھلے کھلے افعال بعض چھپے ہوئے افعال پر گواہ ہیں۔ اس لیے اس نے قسم کے رنگ میں اپنے افعال بدیہہ کو اپنے افعال نظریہ کے ثبوت میں جا بجا قرآن کریم میں پیش کیا اور اسکی نسبت یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس نے غیر اللہ کی قسم کھائی۔ کیونکہ وہ درحقیقت اپنے افعال کی قسم کھاتا ہے نہ کسی غیر کی اور اس کے افعال اس کے غیر نہیں ہیں مثلاً اس کا آسمان یا ستارہ کی قسم کھانا اس قصد سے نہیں ہے کہ وہ کسی غیر کی قسم ہے بلکہ اس نیت سے ہے کہ جو کچھ اس کے ہاتھوں کی صنعت اور حکمت آسمان اور ستاروں میں موجود ہے اس کی شہادت بعض اپنے افعال مخفیہ کے سمجھانے کے لیے پیش کرے"۔

(آئینہ کمالات اسلام۔ روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 97-96 حاشیہ)

خدا تعالیٰ کا قسم کھانا شہادت کے رنگ میں ہے۔ اسکی مثال میں سیدنا حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

"قرآن مجید نے بھی قسمیں کھائی ہیں۔ لیکن قرآن مجید نے جو قسمیں کھائی ہیں وہ درحقیقت بطور شہادت کے ہیں۔ مثلاً فرمایا ﴿وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ﴾ کہ ہم قسم کھاتے ہیں آسمان کی جو بروج والا ہے یعنی ہم شہادت کے طور پر آسمان کو پیش کرتے ہیں جس میں بہت سے مدارج ہیں۔ اس بات کی تائید کے لیے کہ آسمانِ روحانی بھی مختلف مدارج رکھتا ہے یعنی روحانی ترقیات بھی مختلف درجوں میں تقسیم ہیں اور ان سب کا مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ اگر تم اس پر غور کرو گے تو تمہیں پتہ لگ جائے گا کہ مختلف زمانوں میں انسانوں کی ضرورتوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے الگ الگ شریعتیں کیوں بھیجیں۔ اگر اس امر کو سمجھ لیا جائے تو تمہیں ابراہیم۔ موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام اور محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کو سمجھنا آسان ہو جائے گا لیکن اگر اس نکتہ کو نہ سمجھو گے تو تمہارے دل میں فوراً سوال پیدا ہوگا کہ ابراہیمؑ کے بعد موسیٰؑ کی کیا ضرورت تھی اور موسیٰؑ کے بعد عیسیٰؑ کی کیا ضرورت تھی اور پھر عیسیٰؑ کے بعد محمد رسول اللہ ﷺ کی کیا ضرورت ہے؟ (تفسیر کبیر جلد 10 صفحہ 420)

خدا تعالیٰ کی قسمیں غیبی یا آئندہ ہونے والے امور کے متعلق ہیں۔ سیدنا حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

"قرآن کریم میں تم یہ کہیں نہیں دیکھو گے کہ خدا نے کہا ہو کہ میں سورج اور چاند کو اس بات کی شہادت کے طور پر پیش کرتا ہوں کہ میں نے آدمؑ کو بھیجا تھا۔ یا نوحؑ بھیجا تھا یا ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کو مبعوث کیا تھا۔ شہادت ایسے ہی امور کے متعلق پیش کی جاتی ہے جو غیبی ہوں یا آئندہ زمانہ میں رونما ہونے والے ہوں"۔

(تفسیر کبیر جلد 8 صفحہ 362)

انسان اور خدا کی قسم کے فرق اور خدا تعالیٰ کے قسم کھانے کی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے سیدنا حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

"اصل بات یہ ہے کہ بندہ جس کی قسم کھاتا ہے اسکی عظمت کا اظہار کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جہاں قسم کھاتا ہے اس سے اس وجود کو جس کی قسم کھائی ہو بطور شہادت پیش کرنا مطلوب ہوتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے لیے کسی شے کی قسم کھانا معیوب نہیں۔ اس قسم کا صرف یہ مطلب ہوتا ہے کہ میں اس شے کو بطور دلیل پیش کرتا ہوں اور یہ قسم شہادت کی قسم ہوتی ہے۔ جو صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیش کی جاسکتی ہے کیونکہ اسی کو طاقت حاصل ہے کہ کائنات میں سے کسی جزو کو بطور شہادت کے پیش کر سکے کہ ہر شے اس کے اختیار میں ہے۔ انسان میں کہاں طاقت ہے کہ وہ ایسا دعویٰ کر سکے۔" (تفسیر کبیر جلد 4 صفحہ 97)

غیر اللہ کی قسم کھانے کے متعلق اسلامی تعلیم میں مناہی

اسلام میں غیر اللہ کی قسم کھانا منع ہے۔ اس حوالے سے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

"سو اوّل قسم کے بارہ میں خوب یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ جلشانہ کی قسموں کا انسان کی قسموں پر قیاس کر لینا قیاس مع الفارق ہے۔ خدا تعالیٰ نے جو انسان کو غیر اللہ کی قسم کھانے سے منع کیا ہے تو اس کا سبب یہ ہے کہ انسان جب قسم کھاتا ہے تو اس کا مدعا یہ ہوتا ہے کہ جس چیز کی قسم کھائی ہے اس کو ایک ایسے گواہ رویت کا قائم مقام ٹھہرادے کہ جو اپنے ذاتی علم سے اسکے بیان کی تصدیق یا تکذیب کر سکتا ہے کیونکہ اگر سوچ کے دیکھو تو قسم کا اصل مفہوم شہادت ہی ہے۔ جب انسان معمولی شاہدوں کے پیش کرنے سے عاجز آجاتا ہے تو پھر قسم کا محتاج ہوتا ہے تا اس سے وہ فائدہ اٹھاوے جو ایک شاہد رویت کی شہادت سے اٹھانا چاہئے۔ لیکن یہ تجویز کرنا یا اعتقاد رکھنا کہ بجز خدا تعالیٰ کے اور بھی حاضر ناظر ہے اور تصدیق یا تکذیب یا سزا دہی یا کسی اور امر پر قادر ہے صریح کلمہ کفر ہے۔ اس لیے خدا تعالیٰ کی تمام کتابوں میں انسان کے لیے یہی تعلیم ہے کہ غیر اللہ کی ہرگز قسم نہ کھاوے۔

(آئینہ کمالات اسلام۔ روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 96-95 حاشیہ)

حروف قسم اور دیگر مستعمل الفاظ

عربی زبان میں عموماً قسم کے لیے واؤ، باء اور تاء تین حروف آتے ہیں۔ ان میں سے واؤ کا زیادہ استعمال ہوتا ہے لیکن عربی زبان میں اصل حرفِ قسم باء کو سمجھا

جاتا ہے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ اُقْسِمُ بِاللّٰہِ یعنی اُقْسِمُ کے ساتھ باء کو ملا کر لکھا جاتا اور اس سے قسم کے معنوں کو ظاہر کیا جاتا ہے مگر یہ کبھی نہیں کہا جاتا کہ اُقْسِمُ وَاللّٰہِ یا اُقْسِمُ تَاللّٰہِ لیکن کبھی باء کے بدلہ میں واؤ بھی آجاتی ہے اور واؤ کے بدلہ میں تاء آجاتی ہے گویا واؤ اور تاء یہ دونوں باء کے تابع ہیں۔

قرآن کریم میں قسم کے لئے مستعمل الفاظ اور حروف مندرجہ ذیل ہیں:

واؤ۔ لَا اُقْسِمُ بِ۔ تَاللّٰہِ۔ وَ رَبِّکَ، وَ رَبِّیْ، وَ رَبِّنَا، وَ رَبِّ السَّمَآءِ۔ لَعَمْرُکَ۔ بِعِزَّتِکَ۔

حروفِ قسم کے متعلق چند اہم امور

قرآن مجید میں تمام اقسام جو شہادت کے رنگ میں آتی ہیں ان سے پہلے واؤ استعمال ہوا ہے۔ باء یا تاء استعمال نہیں ہوئے۔ اس سے یہ قیاس ہوتا ہے کہ واؤ کا حرف ایسی قسم شہادت کے لیے جو اپنے سے ادنیٰ ہستی کی کھائی جائے زیادہ مناسب ہے۔ اعراب القرآن جلد 17 صفحہ 43 میں ہے:

"احرف القسم:أحرف القسم ثلاثة ، الباء والواو والتّاء۔وإذا حذفت حرف القسم نصبت الملحوف به فتقول "اللّٰهَ لافعلن" ولِذالک کل خافض، وإذا حذفته نصبت الاسم بعده على حذف حرف الجر أو على نزع الخافض ، يختلف التعبير والمعنى واحد"۔

ترجمہ (از مرتب): حروف قسم: حروف قسم تین ہیں، باء، واؤ اور تاء۔ اور جب تو حرف قسم کو حذف کرے تو ملحوف بہ کو نصب دیتا ہے اور کہتا ہے: "اللّٰہَ لافعلنّ "۔ اللہ کی قسم، میں ضرور کروں گا۔ یہ ہی معاملہ ہر جر کے عامل کا ہے کہ جب تو اسے حذف کرے تو مابعد اسم کو حرفِ جر اور عاملِ جر کو حذف کرنے کی بناء پر نصب دیتا ہے۔ عبارت بدل جاتی ہے لیکن معنی وہی رہتا ہے۔

مذکورہ بالا حوالہ اس مناسبت سے ہے کہ بسا اوقات عربی زبان میں حرفِ قسم کو حذف کر دیا جاتا ہے اور اس صورت میں اعراب مندرجہ بالا قاعدہ کے مطابق ہوں گے۔

چند آیات کے متعلق اہم ارشادات

خدا تعالیٰ کا قسم کھانا جسمانی نظام کو روحانی نظام سے مصدق کرنے کی غرض سے ہے۔ اس ضمن میں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سورۃ الطارق کی آیات 12 تا 17 کو بطور مثال پیش فرماتے ہیں۔ فرمایا:

''﴿والسماء ذات الرجع والارض ذات الصدع انه لقول فصل وماهو بالهزل انهم يكيدون كيدا واكيد كيدا﴾ (الطارق: 12 تا 17) قسم ہے آسمان کی جس سے مینہ نازل ہوتا ہے اور قسم ہے زمین کی جو پھوٹ کر اناج نکالتی ہے۔ یہ کلام یعنی قرآن شریف حق اور باطل میں فیصلہ کرنے والا ہے اور بے فائدہ نہیں۔ یعنی اس کلام کی ایسی ہی ضرورت ثابت ہے جیسا کہ جسمانی نظام میں مینہ کی ضرورت ثابت ہے۔ اگر مینہ نہ ہو تو آخر کار کنویں بھی خشک ہو جاتے ہیں اور دریا بھی اور پھر نہ پینے کے لئے پانی رہتا ہے اور نہ کھانے کے لئے اناج۔ کیونکہ ہر ایک برکت زمین کی آسمان سے ہی نازل ہوتی ہے۔ اس دلیل سے خدا نے ثابت کیا ہے کہ جیسا کہ پانی اور اناج کی ہمیشہ ضرورت ہے ایسا ہی خدا کی کلام اور اس کے تسلی دینے والے معجزات کی ہمیشہ ضرورت ہے کیونکہ محض گزشتہ قصوں سے تسلی نہیں ہو سکتی''۔ (چشمہ معرفت روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 102)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ آیت کریمہ ﴿فلا اقسم بما تبصرون وما لاتبصرون انه لقول رسولٍ كريم وما هو بقول شاعرٍ قليلا ما تؤمنون۔ ولا بقول كاهنٍ قليلا ما تذكرون تنزيل من رب العلمين﴾ (الحاقة: 39-44) کے متعلق فرماتے ہیں:

''اس جگہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی صداقت کے دلائل قسم کے رنگ میں بیان فرمائے ہیں...... ﴿فلا اقسم﴾ میں یہ بات ہے کہ نبی کریم کے ساتھ اہل عرب میں کس قسم کے اور کس مزاج کے لوگ شامل ہوتے تھے اور کس طرح حضرت نبی کریم ﷺ کے جھنڈے کے نیچے لوگ جمع ہوتے رہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم نے کیا دیکھا نہیں کہ تم میں سے کام کے شخص اس کے ساتھ ملتے جاتے ہیں۔ آیا اس کو کامیابی حاصل ہو رہی ہے یا نہیں۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ﴿انه لقول رسولٍ كريم﴾۔

قسم قائمقام شہادت کے ہوتی ہے اور قرآن شریف کی قسمیں ان امور پر دلائل ہیں جن کے لئے وہ کھائی گئی ہیں۔ مرئی اور مشہود اشیاء اور غیر مرئی اشیاء غرض بجمیع الاشیاء یہ شہادت پیش کی گئی ہے کہ یہ نبی سچا رسول ہے''۔

(حقائق الفرقان جلد 4 صفحہ 202-201)

زیر آیت کریمہ ﴿والعصر ان الانسان لفی خسرٍ الا الذين امنوا وعملوا الصلحت﴾ (العصر: 4-2) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں:

''عصر کہتے ہیں زمانہ کو جو ہر آن گھٹتا جاتا ہے۔ دیکھو میں کھڑا ہوں۔ جو فقرہ بولا اب اس کے لئے پھر وہ وقت کہاں ہے۔ قسم ہمیشہ شاہد کے رنگ میں ہوتی ہے۔ گویا بدیہیات سے نظریات کے لئے ایک گواہ ہوتا ہے۔ تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ انسان کی عمر گھٹ رہی ہے۔ جیسے کہ زمانہ کوچ کر رہا ہے۔ عصر کی شہادت میں ایک یہ نکتہ معرفت بھی ہے۔ زمانہ کو گالیاں نہیں دینی چاہئیں۔ جیسا کہ بعض قوموں کا قاعدہ ہے۔ فارسی لٹریچر میں خصوصیت سے یہ برائی پائی جاتی ہے۔ اسی لئے حدیث شریف میں آیا ہے '' لَا تَسُبُّوا الدَّهْرَ '' خدا جس کو گواہی میں پیش کرے وہ ضرور عادل ہے۔ زمانہ برا نہیں ہمارے افعال برے ہیں۔ جن کا خمیازہ زمانہ میں ہم کو اٹھانا پڑتا ہے''۔ (حقائق الفرقان جلد 4 صفحہ 451)

آیت کریمہ ﴿تاللّٰه لتسئلن عما كنتم تفترون﴾ (سورۃ النحل 16:57) کے متعلق سیدنا حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

'' بعض نادان ﴿تاللّٰه﴾ کے لفظ سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلام خدا کا کلام نہیں ورنہ یہ کیوں کہا جاتا کہ خدا قسم بلکہ یہ کہنا چاہئے تھا کہ ہمیں اپنی قسم ہے۔ لیکن یہ استدلال درست نہیں کیونکہ شاہانہ کلام میں اس قسم کا طرز بیان جائز ہوتا ہے کیونکہ نام کے اظہار سے رعب پیدا کرنا مقصود ہوتا ہے۔ باپ اپنے بیٹے پر بعض دفعہ اثر ڈالنے کے لیے یہ کہتا ہے کہ تمہارا باپ تم کو یہ حکم دیتا ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ بولنے والا باپ نہیں بلکہ کوئی اور ہے۔ اسی طرح بادشاہ خاص زور دینے کے لئے کہا کرتے ہیں کہ تمہارا بادشاہ تم کو یوں حکم دیتا ہے اور اس سے یہ مراد نہیں لی جاسکتی کہ بادشاہ اس وقت اپنی بادشاہت کا انکار کر کے کسی اور کی بادشاہی کا انکار کر رہا ہے''۔ (تفسیر کبیر جلد 4 صفحہ 183)

آیت کریمہ ﴿لعمرک انهم لفی سکرتهم﴾ (سورۃ الحجر 15:73) میں رسول کریم ﷺ کی عمر کی قسم کھانے کی حقیقت کو حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں: '' جب حضرت لوط علیہ السلام کا یہ قول بیان کیا گیا کہ دیکھو یہ میری لڑکیاں تم

میں موجود ہیں۔ اگر میں تم سے کوئی دھوکہ کروں تو تم ان کے ذریعہ سے مجھے سزا دے سکتے ہو۔ تو اس میں رسول کریمؐ سے ان کی مشابہت بیان کی گئی تھی اور وہ یہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی تین بیٹیاں کفار میں بیاہی ہوئی تھیں۔ آپؐ کے دعویٰ سے انہیں تکلیف دی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس مشابہت کی طرف اس واقعہ کو بیان کر کے اشارہ کیا ہے اور بتایا ہے کہ جس طرح حضرت لوط کی دو بیٹیاں کفار میں بیاہی ہوئی تھیں وہی حال محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے اور چونکہ اس مشابہت کے ذکر سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو صدمہ پہنچنا لازمی تھا اللہ تعالیٰ نے اپنی اس بے پناہ محبت کی وجہ سے جو اسے اپنے رسول سے تھی آپ کے دل کو تسلی دی اور آپ سے ہمدردی کا اظہار کیا اور فرمایا کہ اے محمد (ﷺ) اس واقعہ کو معلوم کر کے جو تیرے دل کو صدمہ پہنچا ہے اسے ہم جانتے ہیں اور اس میں تجھ سے ہمدردی رکھتے ہیں......ہمیں تیری جان ہی کی قسم یہ اپنی شرارت میں اندھے ہو رہے ہیں۔ اور اس دعویٰ کی تائید میں ہم تیری زندگی کو بطور شہادت پیش کرتے ہیں۔ یعنی تو نے ان کو کوئی دکھ نہیں دیا بلکہ ہمیشہ ان کی خیر خواہی کی۔ مگر یہ بلا وجہ اور بغیر قصور کے تجھے دکھ دیتے ہیں۔ پس یہی ثبوت ہے کہ یہ جوشِ مخالفت سے اندھے ہو رہے ہیں اور ہرگز خدا تعالیٰ کا تقویٰ ان کو حاصل نہیں''۔ (تفسیر کبیر جلد 4 صفحہ 98-97)

آیتِ کریمہ ﴿ن والقلم وما یسطرون﴾ (القلم: 68:2) کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

''قرآن کریم میں جس قدر قسمیں ہیں دراصل ان چیزوں کی گواہی پیش کرنے کے لیے ہیں۔ یہاں بھی یہ ہی مراد ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قلم اور دوات اور سب علوم جو اُن سے لکھے جاتے ہیں اس پر گواہ ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ مجنون نہیں ہیں''۔ (تفسیر صغیر زیر آیت ہٰذا)

کتاب ''اقسام القرآن المسمّٰی تبیان'' از حضرت علامہ ابن قیمؒ

حضرت علامہ ابن قیمؒ نے بھی اسی موضوع پر ''اقسام القرآن المسمّٰی تبیان'' تحریر کی ہے۔ اس کتاب کے آپ نے 156 ابواب باندھے ہیں اور بڑی تفصیل کے ساتھ اقسام القرآن پر روشنی ڈالی ہے۔ اس کا خلاصہ مختصر الفاظ میں یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان ظاہری اشیاء کو اپنے وجود کی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے کہ یہ سب اشیاء ایک صانع پر دلالت کرتی ہیں۔ سیدنا حضرت مصلح موعودؓ اس کتاب کے بارہ میں فرماتے ہیں:

''امام ابن قیم کی اقسام القرآن کتاب بھی اس بارہ میں مطالعہ کے قابل ہے اور بہت سی مفید باتیں اُس میں بیان ہوئی ہیں۔ جزاہ اللہ خیراً عن المسلمین''۔

(تفسیر کبیر جلد 8 صفحہ 83)

کتاب ''معترف القرآن فی اعجاز القرآن''
از حضرت علامہ جلال الدین سیوطیؒ

علامہ جلال الدین السیوطی نے اس موضوع پر ''معترف القرآن فی اعجاز القرآن'' تحریر کی ہے جس میں مختلف اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں۔

کہتے ہیں کہ اگر آپ یہ اعتراض کریں کہ خدا تعالیٰ کا ان اشیاء کی قسمیں کھانے کا کیا مفہوم ہے۔ اگر تو یہ مومن کے لئے کھائی گئی ہیں تو مومن تو بغیر قسم کے ہی ان کی تصدیق کرتا ہے۔ اگر کافر کے لئے کھائی گئی ہیں تو اس کو ان سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن پاک عربوں کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ کسی معاملہ کی پختگی ظاہر کرنے کے لئے قسم کھانا ان کی عادت تھی۔ مثلاً فرمایا ﴿واللہ یشھد ان المنافقین لکاذبون﴾ (المنافقون) اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسی بات کی پختگی ظاہر کرنے کے لئے جو گواہی دی جاتی تھی اس کو قسم کہتے تھے......۔

اور قسم کسی معزز نام کی کھائی جاتی تھی۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نفس کی قسم کھائی ہے سات مواقع پر:

﴿قل ای وربی﴾۔ ﴿قل بلی وربی لتبعثن﴾۔ (التغابن)۔ ﴿وفوربک لنحشرنھم والشیاطین﴾ (مریم) ۔ ﴿فوربک لنسالنھم اجمعین﴾۔ (الحجر)۔ ﴿فلا وربک لایؤمنون﴾۔ (النساء) ۔ ﴿فلا اقسم برب المشارق والمغارب﴾۔ (المعارج) ۔

پھر اس نے اپنی مخلوق کی ہوئی چیزوں کی بھی قسم کھائی ہے:

﴿والتین والزیتون﴾۔ ﴿والصافات﴾۔ ﴿واللیل﴾۔ ﴿والشمس﴾۔ ﴿والضحیٰ﴾۔ ﴿فلا اقسم بالخنس﴾۔

اگر یہ اعتراض ہو کہ خدا نے اپنی مخلوق کی قسم کیونکر کھائی ہے۔ حالانکہ خود ہی اس نے غیر اللہ کی قسم کھانے سے منع فرمایا ہے۔

اس کے تین جواب ہیں۔

1۔ ایک وجہ تو یہ ہے کہ اس سے قبل مضاف محذوف ہے۔ جملہ یہ ہوگا ''ورب التین''۔ ''ورب الشمس''۔

2۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ عرب ان اشیاء کی تعظیم کرتے تھے اور ان کی قسمیں کھاتے تھے۔ انہی کے معروف طریق کو قرآن پاک نے استعمال کیا۔

3۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ مقسم سے قسم ان الفاظ کی لی جاتی ہے جن کی وہ تعظیم کرتا ہے اور جنہیں وہ پسند کرتا ہے۔ اور وہ اس سے اعلیٰ بھی ہوں۔ جہاں تک خدا تعالیٰ کا تعلق ہے تو خدا سے اعلیٰ تو کوئی چیز نہیں۔ اس لیے اس نے بعض دفعہ اپنے نفس کی قسم کھائی ہے اور بعض دفعہ اپنی مصنوعات کی قسم کھائی ہے کیونکہ یہ ساری اشیاء اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ وہ باری اور صانع ہے۔

ابن ابی الاصبع نے اسرار القوانیح میں لکھا ہے کہ مصنوعات کو شہادت کے طور پر پیش کرنا اس لیے ہے کہ وہ ایک صانع کو چاہتی ہیں کیونکہ مفعول کا وجود فاعل کے بغیر نہیں ہو سکتا۔

ابن ابی حاتم حضرت حسنؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جس کی چاہے قسم کھا سکتا ہے کہ مخلوق کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اللہ کے علاوہ کسی اور کی قسم کھائے۔

علماء کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم ﴿لعمرک﴾ کہہ کر اس لئے کھائی ہے کہ آپ کی عظمت ظاہر فرمائے۔

مخالفینِ اسلام کے اعتراضات

قرآن کریم کے عمیق مضامین پر مخالفین اسلام نے بعض اعتراضات کئے ہیں۔ جن میں سے ایک مضمون قسم کھانے کا ہے کہ خدا تعالیٰ جو ہر ایک ذرہ کا مالک اور سب فیضوں اور قدرتوں کا سرچشمہ ہے وہ اپنے کلام میں اپنی مخلوق کی قسمیں کیوں کھاتا ہے۔ جبکہ قسم محض اس لئے کھائی جاتی ہے کہ بیان کنندہ کی کسی بات کو

قابل اعتبار نہ سمجھا جائے جیسے انسان بعض مواقع پر خدا تعالیٰ کی قسم کھاتا ہے۔ مگر اپنے سے ادنیٰ کی قسم نہیں کھائی جاتی تو پھر خدا تعالیٰ جو ہر ایک چیز کا خالق ہے سب کا مالک ہے کیوں اپنی ہی مخلوق کی قسم کھاتا ہے۔ جو یقیناً اس سے ادنیٰ تر ہے۔ مثلاً چاند، سورج، زمین، آسمان، ہوا، بارش، بادل وغیرہ کی قسم کیوں کھائی ہے۔ اس اعتراض کو بہت وزنی سمجھا گیا ہے۔

سوامی یانند سرسوتی نے اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں متعدد مقامات پر مذکورہ بالا اعتراض کو دہرایا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں:

''چونکہ قسم کھانا عموماً جھوٹوں کا کام ہے سچوں کا نہیں اس لیے خدا کا قسم کھانا خدا کو جھوٹا ثابت کرتا ہے''۔ (صفحہ 706)

پھر کہتے ہیں: ''اگر کلام خدا کا کلام ہوتا تو خدا اس کی قسم نہ کھاتا''۔ (صفحہ 721)

قرآن کریم میں مذکور قسموں کے حوالہ سے اعتراضات پر تبصرہ کرتے ہوئے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''میں نے دیکھا ہے کہ آریہ اور عیسائی اعتراض کردیتے ہیں کہ قرآن شریف میں قسمیں کیوں کھائی ہیں۔ اور پھر اپنی طرف سے حاشیہ چڑھا کر اس کو عجیب عجیب اعتراضوں کے پیرایہ میں پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ اگر ذرہ بھی نیک نیتی اور فہم سے کام لیا جاوے تو ایسا اعتراض بیہودہ اور بیسود معلوم دیتا ہے۔ کیونکہ قسموں کے متعلق یہ دیکھنا ضروری ہوتا ہے کہ قسم کھانے کا اصل مفہوم اور مقصود کیا ہوتا ہے۔ جب اس کی فلاسفی پر غور کیا جاوے تو پھر یہ خود بخود سوال حل ہو جاتا ہے اور زیادہ رنج اٹھانے کی نوبت ہی نہیں آتی۔ عام طور پر یہ دیکھا جاتا ہے کہ قسم کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ قسم بطور قائم مقام گواہ کے ہوتی ہے۔ اور یہ مسلم بات ہے کہ عدالت جب گواہ پر فیصلہ کرتی ہے تو کیا اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ جھوٹ پر فیصلہ کرتی ہے؟ قسم کھانے والے کی قسم کو ایک شاہد صادق تصور کرتی ہے۔ یہ روزمرہ کی بات ہے۔

جہالت یا تعصب سے اعتراض کرنا اور بات ہے لیکن حقیقت کو مدنظر رکھ کر کوئی بات کہنا اور۔

اب جبکہ یہ عام طریق ہے کہ قسم بطور گواہ کے ہوتی ہے پھر یہ کیسی سیدھی بات ہے کہ اس اصول پر قرآن شریف کی قسموں کو دیکھ لیا جاوے کہ وہاں اس سے کیا مطلب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں کوئی قسم کھائی ہے تو اس سے یہ مراد ہے کہ نظری امور کے اثبات کے لئے بدیہی کو گواہ ٹھہراتا ہے جیسے فرمایا: ﴿والسماء ذات الرجع والارض ذات الصدع انه لقول فصل﴾ (الطارق: 14-12) اب یہ بھی ایک قسم کا عمل ہے۔ نادان قرآن شریف کے حقائق سے ناواقف اور نابلد انی جہالت سے یہ اعتراض کردیتا ہے کہ دیکھو زمین کی یا آسمان کی قسم کھائی۔ لیکن اس کو نہیں معلوم کہ اس قسم کے نیچے کیسے کیسے معارف موجود ہیں۔

اصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ وحی الٰہی کے دلائل اور قرآن شریف کی حقانیت کی شہادت پیش کرنی چاہتا ہے اور اس کو اس طرز پر پیش کیا ہے''۔ (ملفوظات جلد 2 صفحہ 712-711)

اللہ تعالیٰ ہمیں امام الزمان اور خلفاء وقت کے ارشادات کے تابع حقیقی فہمِ قرآن عطا فرمائے۔ آمین

بقیہ از صفحہ 20: مثالی طالب علم

تعلیم کے ساتھ کھیل بھی ضروری

رسالہ ریویو آف ریلجنز، اردو میں رپورٹ بابت کارکردگی مدرسہ احمدیہ شائع ہوئی۔ لکھا:

''ہمارا مدرسہ ضلع میں خاص شہرت رکھتا ہے۔ چنانچہ گزشتہ ٹورنامنٹ کے موقع پر کل انعامات میں سے قریباً نصف تعلیم الاسلام ہائی سکول نے حاصل کئے حالانکہ ضلع میں دوسرکاری اور دو مشنریوں کے اعلیٰ درجہ کے ہائی سکول ہیں۔ بچوں کی جسمانی ورزش کی طرف ماسٹر عبدالرحیم صاحب خاص توجہ رکھنے کے باعث خاص شکریہ کے مستحق ہیں۔ فجزاہ اللہ''

(ریویو آف ریلجنز اردو۔ فروری 1910ء صفحہ 80)

آغاز سے ہی محنت کی عادت

حضرت چوہدری سر ظفر اللہ خاں صاحب سکول کے ابتدائی درجوں میں اپنے والد صاحب کے مقرر کردہ ٹائم ٹیبل کے مطابق اس طرح دن گزارتے تھے۔ فرمایا:

تجویز کردہ پروگرام کے مطابق مدرسے کے ابتدائی درجوں میں ہی ملازم صبح ہوتے ہی مجھے ٹیوٹر کے پاس چھوڑ آتا، وہاں سے میں مدرسے چلا جاتا، میرا کھانا مدرسے بھیج دیا جاتا، مدرسے سے میں پھر ٹیوٹر کے پاس چلا جاتا۔ وہیں میرے لئے گھر سے دودھ آجاتا۔ شام کو میں کھانے کے لئے گھر آتا۔ کھانا ختم ہوتے ہی ملازم مجھے ٹیوٹر کے پاس چھوڑ آتا اور رات کو مجھے واپس گھر لے آتا۔

(تحدیث نعمت، صفحہ 14)

قرآن کریم مقدم رہے

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ کے والد حضرت چوہدری نصر اللہ خان صاحبؓ کی بڑی خواہش تھی کہ ان کے بیٹے کو قرآن کریم کا ترجمہ آجائے۔ پہلے انہوں نے آپ کو مولوی عبدالکریم صاحب اور پھر مولوی فیض الدین صاحب کے پاس بھجوایا۔ لیکن آپؓ آشوب چشم کی وجہ سے باقاعدہ حاضر نہ ہو سکتے تھے، لہٰذا ترجمہ پڑھنے کی رفتار سست رہی۔ آپؓ روایت کرتے ہیں:

''جب میٹریکولیشن کے امتحان میں صرف چھ ماہ باقی رہ گئے تو والد صاحب نے دریافت فرمایا کہ قرآن کریم کا ترجمہ کہاں تک پڑھ لیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ ساڑھے سات پارے ختم کئے ہیں۔ اس پر انہوں نے فرمایا کہ اس رفتار سے تو تم شائد کالج جانے تک دس پارے بھی نہ مکمل کرسکو اور میری بڑی خواہش ہے کہ کالج جانے سے پہلے تم سارے قرآن کا سادہ ترجمہ ضرور سیکھ لو۔ اس سے آگے تمہارے ذوق اور اخلاص پر منحصر ہے مگر اس قدر سکھا دینا میرا فرض ہے۔ اب وقت تھوڑا رہ گیا ہے تم دن میں فراغت کے وقت دو تین رکوع کا ترجمہ دیکھ لیا کرو اور شام کو مجھے سنا دیا کرو۔

چنانچہ اس طریقہ پر انہوں نے امتحان تک مجھ سے قرآن کا ترجمہ سن لیا''۔

(تحدیث نعمت 6)

(آئندہ شمارہ میں جاری ہے)

ذرّیّتِ دجّال جنوبی افریقہ میں

(عبدالرحمن شاکر)　　قسط اوّل

برّ اعظم افریقہ کے نقشہ کو دیکھئے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ کسی فقیر کی گدڑی ہے جس میں مختلف رنگوں کے مختلف سائز کے پیوند عجیب وغریب فیشن میں لگے ہوئے ہیں۔ دراصل یہ سات یورپین اقوام کے مقبوضات ہیں جنہوں نے 1880ء کے اردگرد اپنی گنجان آبادی کو پھیلانے کے لئے آپس میں دوڑ شروع کی تھی تا کہ اس چھینا جھپٹی میں جو کچھ بھی ہاتھ لگ جائے اُسے مالِ غنیمت سمجھ کر ہضم کر جائیں۔

اُس زمانہ میں سلطنتیں بڑی آسانی سے گھر بیٹھے ہی وسیع کر لی جاتی تھیں اوران کی قیمت صرف چند بوتلیں شراب کی ، کچھ رائفلیں اور چند ادنیٰ قسم کے کھلونے وغیرہ ہوا کرتی تھی۔ کسی افریقن رئیس کو معمولی سی رشوت پیش کر کے ایک معاہدے پر دستخط کرا لئے جاتے تھے جسے وہ غریب سمجھنا تو کجا پڑھ بھی نہ سکتا تھا اور یہ معاہدہ اس کی تمام قلمرو کو غیر ملکیوں کے قبضہ میں دیدیتا تھا۔ بعض اوقات اتنا بھی نہ ہوتا تھا بلکہ چند سیاسی مدبّر لنڈن ، پیرس یا برلن میں بیٹھ کر کسی ملک کا نقشہ سامنے پھیلا کر پنسل سے لاکھوں میل رقبہ پر نشان لگا کر قبضہ جما لیتے تھے۔

اس سے قبل 1869ء میں ایک سکاچ ڈاکٹر ڈیوڈ لونگ سٹون (Living Stone) نے وسطی افریقہ کی سیاحت شروع کی اور بہت بڑے علاقہ کی چھان بین کی۔ جب متواتر کئی برس تک اس کی کوئی خبر نہ ملی تو اخبار نیویارک ہیرلڈ کے نامہ نگار ہنری ایم سٹینلے نے اس کی تلاش شروع کی اور آخر کار اسے ڈھونڈ نکالا۔ اُسے بوجہ خرابیٔ صحت واپس وطن بھجوادیا اور خود مصروفِ سیاحت ہوگیا۔

جب سٹینلے اپنی سیاحت سے واپس لوٹا تو اس نے تمام مہذب دنیا کو افریقہ کے سربستہ رازوں سے باخبر کیا۔ اُدھر انہی دنوں میں جان رسکن آکسفورڈ میں برطانی قوم کو یہ درس دے رہا تھا کہ اگر زندہ رہنا چاہتے ہو تو اپنی مملکت کو وسیع کرو، اور اپنی نسل کے لئے نو آبادیاں تلاش کرو۔

یہاں یہ ذکر کردینا ضروری ہے کہ یہ لوگ کیوں اپنی سلطنت میں وسعت چاہتے تھے۔ اوّل: محبِّ وطن لوگوں کی زبردست خواہش تھی کہ ان کی قوم کے مقبوضات زیادہ سے زیادہ ہوں۔ دوم: تاجر یہ خواہش کرتے تھے کہ ان کے مال کیلئے نکاس کی صورت ہوجائے۔ ان کو خام مال آسانی سے اور بہت ارزاں قیمت پر ملے۔ ایسی منڈیاں ہوں جہاں وہ تجارت میں اپنا سرمایہ لگا سکیں اور ان کی حکومت کا جھنڈا ان کے مفاد کی حفاظت بھی کرے۔ سوم: مشنری سپرٹ ان عیسائی حکومتوں کو یہ بھی خیال تھا کہ وہ دوسری تمام اقوام کو حضرت یسوعؑ مسیح کا پیغام پہنچائیں پسماندہ اقوام کو تہذیب وتمدّن کا سبق پڑھائیں۔ مگر تاریخ ہم کو بتاتی ہے کہ اکثر وبیشتر یہ بہانہ محض ذاتی اغراض کیلئے ہی استعمال ہوتا تھا۔ چنانچہ ''ورلڈ ہسٹری'' کے قابل مصنفین ہیز، ٹون اور وے وَرڈ مطبوعہ میکملن کمپنی لنڈن لکھتے ہیں کہ:

"This motive unfortunately,has ofter been made an excuse for selfish greed for example King leopold of Belgium,claimed that he wished to bring the blessing of Christian civlizalion to the benighted Negroes of centrel Africa, but in reality he brought them misery, a misery that yielded money to the King and his bussiness associates.

(History of the World by Hayes, Moon and Wayward, p.760)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں دجّال کے ظہور کا ذکر بھی متعدد احادیث میں ملتا ہے۔ یہ دراصل ایسا گروہ ہے جس نے دجل کے ذریعہ ایک دنیا کو مغلوب کر کے اپنے شکنجہ میں جکڑ لیا اور انسانی ہمدردی کے نام پر دھوکہ دے کر اپنے کاروبار کو دنیا بھر میں پھیلانے کی کوشش کی۔ اور پھر اس کاروبار کی آڑ میں اپنے خود ساختہ عقائد کی ترویج واشاعت کے بھی بھرپور سامان کئے اور ایک پہلو سے دنیا بھر کو مسیحیت کے زیرنگیں کرنے کے لئے ہر حربہ آزما لیا تا کہ مسیحیت کے نام پر ہی پھر اپنی مملکت کو وسیع تر کیا جائے اور دوام بخشا جائے۔ اس مضمون میں اس گروہ کے خوفناک ہتھکنڈوں کا بیان تاریخی حقائق کے تناظر میں کیا گیا ہے تا کہ قارئین کو اندازہ ہو کہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا مقابلہ کتنے شاطر گروہ سے تھا جن کے دجالی شکنجے سے آپؑ نے اسلام کو آزادی دلوائی۔

(ترجمہ):۔ بدقسمتی سے یہ بہانہ اکثر ذاتی حرص کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ مثال کے طور پر شاہ لیوپولڈ آف بیلجیئم نے دعویٰ کیا کہ ان کی خواہش ہے کہ وہ عیسائیت کی برکات اور تہذیب سے وسطی افریقہ کے تاریکی میں گرے ہوئے حبشیوں کو بھی متمتع کریں۔ حقیقتاً وہ ان کے لئے سوائے مصیبت کے کچھ نہ لائے۔ مگر وہ ''مصیبت'' بادشاہ اور اس کے کاروباری شرکاء کے لئے ''روپیہ'' لائی۔

انگلستان کے بختِ بیدار کی وجہ سے اسے ایک آدمی ایسا ہاتھ آ گیا جس نے ایک سنہری کارنامہ کر کے دکھا دیا۔ اس کا نام تھا جان سیسل رہوڈس۔ اسے خدا نے دوربین نگاہ بخشی تھی۔ اور برطانیہ کے پاس اس کام کے لئے روپیہ تھا۔

سیسل رہوڈس 5 رجولائی 1853ء کو انگلستان کے شہر سٹارٹ فورڈ میں پیدا ہوا۔ بچپن سے ہی وہ مریل سا تھا۔ 1870ء میں جب جنوبی افریقہ کے شہر کمبرلے میں ہیروں کی کانیں دریافت ہوئیں۔ تو رہوڈس کا بڑا بھائی ان میں شریک ہوگیا۔ 1872ء میں والدین نے اس بیمار ونزار لڑکے کو بھی وہیں بھجوا دیا۔ حسن اتفاق کہ اسے جنوبی افریقہ کی ہوا ساز گار آئی اور اس کی صحت بہت بہتر ہوگئی۔ چنانچہ سیسل نے بھی تیس پونڈ کی رقم سے تجارت شروع کی اور 19 سال کی عمر میں ہیروں کی منڈی میں اس کی ساکھ بہت مضبوط تھی۔ بوجہ مالی لحاظ سے فارغ البال ہونے کے اس نے آٹھ ماہ تک دریائے اورنج اور دریائے وال کے پرے ایک چھکڑے میں سیاحت کی۔ یادداشتیں اور نقشے وغیرہ مرتب کرتا رہا۔ یہ شخص فطرتاً بہت ہی ہوشیار تھا۔ چنانچہ اس کے متعلق لکھا ہے کہ:

Even the Jews of Kimberley believed that they could not suecessfully compete with him.

(The great Victorla. by H. J. Massingham. I. N. Watson Co London)

ترجمہ۔ ''حتیٰ کہ کمبرلے کے یہودی بھی یہ مانتے تھے کہ وہ کامیابی سے اس کے ساتھ مقابلہ نہیں کر سکتے''۔

اُس نے مصمم ارادہ کرلیا کہ خواہ کچھ بھی ہو وہ یہ تمام علاقہ انگریزی سلطنت میں شامل ہونا چاہئے۔ 1873ء میں اس کی صحت پھر خراب ہوگئی تو وہ انگلستان گیا

اور واپسی پر کیپ اسمبلی کا ممبر بن گیا۔ اُن دنوں وہ دھڑا دھڑ دولت کمار ہا تھا۔ 1881ء میں اس نے آکسفورڈ جا کر بی اے کی ڈگری حاصل کی۔

رہوڈس کا اصل منشاء یہ تھا کہ قاہرہ سے کیپ تک مسلسل ان کی نوآبادیاں ہوں۔ ریلوے کی لائن ہو اور ٹیلیگراف ہو اور ان علاقوں کا تمام خام مال انگلستان کے تاجروں کو نہایت سستے داموں ملے تا کہ ان کے ہم قوم خوب تجارت کر کے دولت جمع کریں اور دُنیا میں ممتاز ہو جائیں۔ وہ کہا کرتا تھا کہ: "یہ علاقے اس ملک کے سویز کنال ہیں"۔ اس کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ:

He felt not merely that trade follows the flag but that the flag must first be made to follow the trade and that the crown must shed its luster on the concessionaire.

(Cecil Rhodes by W.Plomer .T.Nelson Co London, p. 60)

ترجمہ۔ وہ محسوس کرتا تھا کہ نہ صرف تجارت (کسی ملک کے) جھنڈے کے پیچھے چلے۔ بلکہ سب سے پہلے جھنڈے "تاج" کو اپنی ضیاء مراعات حاصل کرنے والے (افراد یا کمپنی) پر ڈالنی چاہئے"۔ مطلب یہ ہے کہ حکومت کو اپنے افراد کی ہر ممکن طور پر مدد کرنا چاہئے۔ اور امداد باہمی سے ترقی ہوگی۔

دراصل رہوڈس کا منشاء یہ تھا کہ ایک ایسی خفیہ سوسائٹی بنائی جائے جس کا مقصد تمام افریقہ، فلسطین، عراق، سائپرس، بحر الکاہل کے تمام جزیرے (جو ابھی تک سلطنت برطانیہ کے زیر نگیں نہ ہوں) پر برطانوی قبضہ ہو جائے۔

(کتاب سیسل رہوڈس صفحہ 25)

یہ تو وہی بات ہوئی جو خالصہ بہادر کہا کرتے تھے کہ "راج کرے گا خالصہ باقی رہے نہ کو"۔ گویا تمام دنیا پر برطانیہ کی ہی حکومت ہو۔ باقی علاقوں کو چھوڑیئے کم از کم جنوبی افریقہ میں تو سیسل رہوڈس نے برطانیہ کا جھنڈا لہرا کر دکھا دیا۔ کس طرح قبضہ کیا؟ اب اسکی داستان سنیے:

کیپ کالونی کے شمال کی جانب ایک حبشی قبیلہ متابلی آباد تھا۔ جس کے رئیس کا نام تھا لوبن گلا (Lobengula) سیسل رہوڈس نے پہلے تو لوبن گلا کے پاس ایلچی بھجوایا کہ تم برطانیہ کی "حفاظت" میں آجاؤ۔ اس پر خوب دباؤ ڈالا۔ وہ کب ماننے والا تھا۔ تب رہوڈس خود وہاں گیا اور مکی کے ایک بڑے کھیت کے قریب مشین گن لگوا کر بے تحاشہ گولیاں برسانی شروع کر دیں۔ چند منٹ میں وہ کھیت ڈھیر ہو گیا۔ تب اہل متابلی کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ بالکل اسی طرح تم کو ختم کر دوں گا اگر تم نے ہماری اطاعت قبول نہ کی۔ اور ساتھ ہی لوبن گلا کو ایک ہزار پاؤنڈ ماہوار نقد اور ایک ہزار رائفل مع گولیوں کے ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ طوعاً وکرہاً لوبن گلا نے انگریزوں کی حفاظت میں آنا منظور کر لیا۔ بعد میں وہ حسرت سے کہا کرتا تھا کہ:

They came like wolves without my leave to make roads into my country.

یعنی "وہ بھیڑیوں کی طرح بغیر میری اجازت کے میرے ملک میں گھس آئے"۔

ایک دفعہ اس نے ملکہ وکٹوریا کو خط لکھوایا کہ:

If the Queen hears that I have given away the whole of my country it is not so. I do not understand where the dispute is becuse I have no knowledge of it.

ترجمہ۔ اگر ملکہ یہ سنے کہ میں نے اپنا تمام ملک دیدیا ہے تو ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں تو یہ سمجھ ہی نہیں سکا کہ جھگڑا کس بات کا ہے (کم از کم) مجھے کچھ علم نہیں ہے"۔

بے چارہ کیا سادہ لوح آدمی تھا! جھگڑا کیوں ہوتا جب بغیر جھگڑے کے ہی ساڑھے چار لاکھ مربع میل کا نہایت زرخیز وسیع علاقہ ملکہ کے زیر نگیں آجائے!۔ کچھ عرصہ بعد باقاعدہ قبضہ کر لیا اور لوبن گلا کو نکال باہر کر دیا گیا۔ سیسل رہوڈس کا سوانح نگار ولیم پلومر لکھتا ہے کہ:

"The so called Matabele war was promoted mainly by Rhodes., the company (south African Co) bore the whole expenses of the campaigne and when it was over the Imperial authorities allowed Rhodes to go on having his own way. Sir Henry Lock had in the Queen's name repeatedly assured Lobengula that there was no design on his lands but Dr Jameson backed and inspired by Rhodes did not hesitate to arrange with his pack of freebooters to smash the Matabele; (p.82 c.Rhodes)

ترجمہ: نام نہاد متابلی جنگ دراصل رہوڈس نے جاری کی اور کمپنی (مراد ساؤتھ افریقن کمپنی جس کا خود رہوڈس مالک تھا) نے جنگ کے تمام اخراجات ادا کئے۔ جب جنگ ختم ہوگئی تو امپیریل اتھارٹی (مراد کابینہ انگلستان) نے رہوڈس کو اپنی من مانی کاروائی کرنے کی اجازت دیدی۔ سر ہنری لاک نے بار بار لابن گلا کو یقین دلایا کہ اس کی قلمرو پر (قبضہ کرنے کا ہرگز ہمارا ارادہ نہیں ہے۔ مگر ڈاکٹر جیمزسن نے رہوڈس کی پشت پناہی اور اشارے سے قبیلہ متابلی کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔

لوبن گلا بے چارہ بہت شریف انسان تھا مگر اس کی شرافت سے ناجائز فائدہ اٹھایا گیا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ:

There was nothing that was not discreditable in the fraud, provocation and slaughter by which its destruction was engineered. Throughoult the last act of that conflict Lobengula made a far better showing for the credit of humman character than did the assilants of his domains. (Cecil Rhodes by W.plomer, p.82)

(ترجمہ) اس کی تباہی کے لئے جس قدر بھی ذرائع استعمال ہوئے اور جس قدر بھی فریب، اشتعال اور قتلِ عام اختیار کیا گیا۔ وہ حد درجہ مذموم تھا۔ اس کشمکش کے آخری دَور میں لوبن گلا نے انسانی کردار کے تمام قابلِ تعریف پہلو انتہائی طور پر نمایاں کئے بہ نسبت ان کے جو اس کی سلطنت پر حملہ کرنے آئے تھے"

ان تمام کارروائیوں کی باقاعدہ رپورٹ کابینہ انگلستان کو مل رہی تھی اور ان کی پوری تائید سے یہاں عملدرآمد ہو رہا تھا۔ خود ملکہ وکٹوریا بھی بے خبر نہ تھی۔ اسی زمانہ کے قریب جب سیسل رہوڈس انگلستان گیا تو ملکہ نے پوچھا کہ:

"What are you engaged on Mr Rhodes?" I am doing my best to enlarge your Majesty's dominions.

(A world History of our own times by Quincy How New Yark, p. 78)

ترجمہ:۔ مسٹر رہوڈس آجکل آپ کیا کر رہے ہیں؟ رہوڈس نے جواب دیا کہ "مَیں ہر ممکن کوشش کر رہا ہوں کہ ملکہ معظمہ کی قلمرو کو وسیع کروں"۔

آیوری مینز انسائیکلو پیڈیا جلد ششم صفحہ 750 پر لکھا ہے کہ:

In this simaltaneous rush of the powers for protectorates and the spheres of influence in Africa cecil Rhodes in South Africa and sir George Goldie in West Africa augmented the British Empire within the space of 20

years by a total area extending that of the whole Europe.

ترجمہ: مختلف طاقتوں نے جو اکٹھی دوڑ لگانی شروع کی تا افریقہ میں نوآبادیاں اور حلقہ ہائے اثر قائم کرسکیں اس میں سیسل رہوڈس نے جنوبی افریقہ میں اور سرجارج گولڈی نے مغربی افریقہ میں مجموعی طور پر سارے یورپ سے بھی کہیں زیادہ وسیع علاقے برطانوی سلطنت میں بڑھائے۔''

یہ تو انگریز قوم کا وہ سلوک تھا جو انہوں نے جنوبی افریقہ کے اصل باشندوں سے کیا۔ اب آپ سنئے کہ جنوبی افریقہ کی سفید فام یورپین اقوام سے کیا سلوک کیا۔

1652ء میں ڈچ قوم نے جنوبی افریقہ میں سے انگریزوں کو نکال کر قبضہ کرلیا۔ مگر 1814ء میں انگریزوں نے ڈچ قوم کو نکال کر دوبارہ قبضہ جمالیا۔ بوئر قوم جو وہاں آباد تھی انگریزوں کے ہتھکنڈوں سے بخوبی واقف تھی۔ اس نے دریائے اورنج اور دریائے وال کے پرے جاکر دو ریاستیں قائم کرلیں۔ جن کا نام اورنج فری سٹیٹ اور ٹرانسوال تھا۔ جونہی جوہانسبرگ میں سونے کی کانیں اور کمبرلے میں ہیرے کی کانیں دریافت ہوئیں، انگریزوں نے ان دونوں ریاستوں کی سرحدوں پر کچھ بے سرداری فوج بھجوادی جو ہر دم چھیڑ خانی کرتی رہتی تھی۔ جس پر تنگ آکر بوئروں کے صدر پال کروجر نے برٹش گورنمنٹ کو الٹی میٹم دیدیا کہ یا تو ان لوگوں کو بند کرو ورنہ پھر ہماری تمہاری جنگ ناگزیر ہوجائے گی۔

آخر کار جنگ چھڑ گئی۔ انگریزوں نے سمجھا تھا کہ ان بوئروں کی بھلا کیا مجال ہے جو ہمارے ایسی منظم گورنمنٹ سے چند دن بھی لڑسکیں۔ مگر تین سال تک بوئروں نے انگریزوں کو حیران پریشان کئے رکھا۔ سرولیم بٹلر کو کمانڈر بنا کر بھجوایا تو اُسے معلوم ہوا کہ سیسل رہوڈس اور اس کی پارٹی اس جنگ کو خوب ہوا دے رہے ہیں اور یہ کہ برٹش وار آفس بھی ایسے احکام جاری کررہا ہے جو انصاف اور عقلمندی کے خلاف ہیں:

The motives behind the whole affair were mixed and some of them were sordid.

(Life a Times of Churchill, Oldhour PressLondon, p.48)

ترجمہ: ''اس تمام معاملہ کی تہہ میں جو ترغیبات تھیں وہ ملی جلی تھیں اور بعض تو نہایت درجہ کمینہ تھیں۔''

گو اس جنگ میں انگریزوں کا بیس لاکھ پاؤنڈ روزانہ خرچ آرہا تھا مگر ہر روز شکست کے سوا کچھ نصیب نہ ہوتا تھا۔ تمام برٹش ایمپائر کی طاقت صرف ہو رہی تھی۔ مگر بوئر تھے کہ ان کو دباتے ہی چلے آتے تھے:

ترجمہ: بوئر نال پر چھا گئے۔ انہوں نے جنرل سمنڈز کو شکست دیکر مار ڈالا۔ سرجارج وائٹ کو (شہر) لیڈی سمتھ میں بوتل کی مانند قید کردیا اور نکلسن پر بہت بڑی فتح حاصل کی۔ ٹرانسوال کی جانب غرب انہوں نے بیڈن پاول کو میفکنگ میں محاصرہ میں لے لیا۔ اور جانب جنوب کمبرلے پر حاوی ہوگئے۔''

(Life a Times of Churchill, Oldhour PressLondon, p.48-49)

بوئروں کے ذکر میں ڈاکٹر جیمزسن کا حملہ بڑا مشہور واقعہ ہے سیسل رہوڈس نے اپنے ایک چیلے ڈاکٹر جیمزسن کو پانچ صد آدمی دے کر سرحد پر بھجوادیا۔ ادھر جوہانسبرگ میں جو انگریز لوگ رہتے تھے ان میں دو ہزار رائفلیں تقسیم کرادیں اور یہ طے پایا کہ ادھر سے ہم حملہ کریں گے شہر کے اندر سے تم شورش کرنا۔ اس طرح ہم کو کامیابی حاصل ہوگی۔ مگر پریذیڈنٹ پال کروجر کوئی بچہ نہ تھا اُسے تمام معاملہ کی خبر تھی۔ وہ چوکس ہوگیا۔ جونہی حملہ ہوا بوئر فوج نے ڈاکٹر جیمزسن کے دستے کو گھیرے میں لے کر گرفتار کرلیا۔ شہر والوں نے ذرا بھی حرکت نہ کی اور اس طرح تمام معاملہ دھرے کا دھرا رہ گیا۔ انگریزوں کی خوب جگ ہنسائی ہوئی۔ ادھر کرنا خدا کا یہ ہوا کہ بوئروں کے ہاتھ وہ خط وکتابت آگئی جس سے معلوم ہوا کہ یہ تمام سازش سیسل رہوڈس کی تھی۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد 19 کے صفحہ 259 پر لکھا ہے کہ:

"A cipher correspondance, siezed and published by the Boers left the civilized world in doubt as to Rhodes Share in the previous preparation and he was for a time believed to be responsible for the raid itself."

ترجمہ:۔ خفیہ خط وکتابت جو بوئروں کے ہاتھ آئی اور انہوں نے اس کی اشاعت کی جس سے تمام مہذب دنیا ہکا بکا رہ گئی کہ قبل از وقت تیاری میں رہوڈس کا بھی حصہ تھا اور کافی عرصہ کے لئے یہ مان لیا گیا کہ وہی اس حملے (جیمزسن والے حملے) کا بانی مبانی ہے۔ پارلیمنٹ کے کمشن نے گو اسے بری قرار دیا مگر خود رہوڈس نے بعد میں اقرار جرم کرلیا تھا۔

Morally and officially he accepted full responsibility.

(The Grea Victorious)

بعد میں لارڈ بیڈن پاول کے نام سے مشہور ہوئے۔ سکاؤٹنگ کے بانی مبانی یہی تھے۔ سکاؤٹنگ کا پہلا تجربہ میفکنگ میں ہی انہوں نے کیا تھا۔

اخلاقاً اور سرکاری طور پر رہوڈس نے اس کی تمام ذمہ داری قبول کی۔ مزید دیکھئے اسی کتاب کے صفحہ 428 پر حق پسند مصنف لکھتا ہے کہ:

Presumably by Rhode's orders and certainly with his full approval Dr:Jameson organised a force.

ترجمہ: اغلباً رہوڈس کے حکم سے اور یقیناً اس کی پوری منظوری سے ڈاکٹر جیمزسن نے ایک دستہ تیار کیا......وغیرہ''۔

غرضیکہ اس ڈاکٹر کی بے وقوفی سے تمام معاملہ بگڑ گیا اور انگریزوں کو شکست ہوگئی۔ اگر تو یہ ڈاکٹر صاحب صرف اپسم سالٹ تک ہی رہتے تو بات بھی تھی۔ انہوں نے تو اپنے آپ کو Knighthood کے لئے تیار کیا ہوا تھا۔

آخر کار 48 سال کی عمر میں جان سیسل رہوڈس فوت ہوگیا۔ اس کے آخری الفاظ یہ تھے: "So little done so much to do."۔

ترجمہ:۔ بہت قلیل کام ہوا ہے۔ اور بہت کام باقی ہے۔''

اس کی وصیت میں دو صد وظائف آکسفورڈ یونیورسٹی میں برٹش نوجوانوں کی اعلیٰ تعلیم وتربیت کے لئے لکھے ہوئے ہیں اور اب تک مل رہے ہیں۔ روڈیشیا میں اس کا بنگلہ اب تک جنوبی افریقہ کے وزیراعظم کا دیہاتی مکان ہے۔

آخر کار فروری 1900ء میں لارڈ رابرٹس اور سرہربرٹ کچنر (Kitchner) (جو بعد میں لارڈ بنا) کو جنگ کا کمانڈر بنا کر بھجوایا گیا۔ ان دونوں نے مل کر بوئروں کو شکست دی۔ تین سال تک تو وہ بیچارے جوانمردی سے لڑے۔ اب تھک گئے تھے اور باعزت صلح کرلی۔ چنانچہ لکھا ہے:

Such an unequal struggle could have only one outcome. over whelmed by sheer numbers, the Boers finally

بہت سے مارے بھی گئے مگر انگریزوں کی نظر میں پھر بھی زندیق ہی رہے۔ جوہانسبرگ میں شدید پلیگ پھیل گئی۔ 125/آدمی آناً فاناً مر گئے۔ ہندوستانیوں نے سب کو دفن کیا، ہسپتال قائم کئے۔ بیماروں کی خدمت کرتے رہے۔ سوائے ایک انگریز ڈاکٹر سیوج (Savage) کے ایک شخص کی بھی مثال پیش نہیں کی جاسکتی جس نے پلیگ میں کام کیا ہو۔ پھر بھی ہندوستانیوں کی قدر نہ ہوئی۔

(اب سے چند دہائیاں پہلے تک) جنوبی افریقہ میں ایک ایشیائی موٹر تو خرید سکتا تھا مگر اس کو اس بات کی اجازت نہ دی جاتی کہ وہ موٹر ٹھہرانے کے لئے گیراج حاصل کر سکے یا ایسا مکان کرایہ پر لے سکے جس میں گیراج بھی ہو۔ ہر وہ شخص جو انگریز نہیں ہے اسے مجبور کیا جاتا کہ وہ اپنا شناختی کارڈ ہر وقت اپنے پاس رکھے ورنہ پولیس کو حق حاصل ہے کہ اس کے خلاف قانونی کارروائی کرے۔ کئی بار فسادات میں سینکڑوں غیر انگریز مارے گئے لیکن کوئی پرسان حال نہیں تھا۔ فوٹو گرافروں کو اجازت نہیں تھی کہ وہ فوٹو باہر بھجوا سکیں۔ تاہم چند فوٹو باہر کی دنیا میں پہنچ گئے تو لندن میں نسلی امتیاز کے خلاف بڑا احتجاج ہوا۔ جلوس نکالے گئے۔ خود اقوام متحدہ نے دس کے مقابلہ میں بارہ کی کثرت سے ووٹ پاس کر کے جنوبی افریقہ کی حکومت کی اس پالیسی کے خلاف اظہار نفرت کیا۔ لنڈن کے مزدوروں نے اعلان کر دیا کہ وہ جنوبی افریقہ کے مال کو جہاز سے نہیں اتاریں گے۔ دکانداروں نے عہد کر لیا کہ وہ جنوبی افریقہ کا بنا ہوا مال فروخت نہیں کریں گے۔ انگلستان کے کرکٹ کے مشہور کھلاڑی ڈیوڈ شیرڈ نے (جو پیشہ کے لحاظ سے پادری ہے) جنوبی افریقہ کی کرکٹ ٹیم کے ساتھ کھیلنے سے صاف انکار کر دیا۔ اُن دنوں جنوبی افریقہ کی ٹیم جب لنڈن پہنچی تو اس کے خلاف لوگوں نے سخت نعرے لگائے۔ حتّٰی کہ پوپ آف روم نے بھی نسلی امتیاز کی سخت مذمت کی۔ (نوٹ: یہ مضمون قریباً پچاس سال قبل لکھا گیا تھا بعد از اں سالہا سال کی جدّ وجہد سے جنوبی افریقہ میں بھی انقلاب آ گیا)۔

الغرض جہاں جہاں بھی انگریز کے قدوم نحوست لزوم گئے ہیں انہوں نے وہاں کے اصل باشندوں پر لامتناہی مظالم کا ایک سلسلہ شروع کر دیا۔ ان کے ہر مفاد کو کچلا۔ بیجا ٹیکس عائد کئے گئے۔ صرف اس واسطے کہ ان کی اپنی تجارت کو فروغ حاصل ہو۔ ان کے ہموطنوں کو اعلیٰ ملازمتیں مل سکیں۔ ہر ممکن طریق سے اہل ملک کو ذلیل کرتے رہے ہیں۔ اگرچہ اعلانات میں اہل ملک کو ہمیشہ یقین دلاتے رہے ہیں کہ ہم تمہاری مذہبی رسوم، رسم ورواج، تمدّن اور روایات کا احترام کریں گے۔ مگر یہ اعلان صرف دکھاوے کے لئے ہوتا تھا۔ ہمیشہ اپنا اُلو سیدھا کرتے رہے ہیں اور اسی ملک کی دولت سے جھولیاں بھرتے رہے ہیں۔ انہی چیزوں کا نام دوسرے الفاظ میں 'دجّالیت' ہے۔

جیسا کہ ابتداء میں ذکر کیا گیا تھا کہ امارت حاصل کرنے کے لئے برطانیوں نے دنیا بھر کو اپنا مقبوضہ دیس بنانے کی کوشش کی اور پھر عیسائیت کا سہارا لے کر اس قبضہ کو دوام کرنے کے لئے سرگرم عمل رہے۔ اس دجّالیت کو پاش پاش کرنے کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت ہوئی۔

(آئندہ شمارہ میں دنیا کے ایک اَور خطّہ میں انگریزوں کے بزور شمشیر قبضہ اور وہاں کے قدرتی وسائل کو لُوٹنے اور افرادی قوت کے ناجائز استعمال کا ذکر ہوگا جس کی پشت پناہی پر چرچ کا جھنڈا ہمیشہ لہراتا رہا)۔

accepted peace in England's terms.

(A world History by Hayes, Moon and wayward London, p.754)

آخر کار انگریز اور ڈچ مل کر رہنے لگے۔ انہی بوئروں میں سے جنرل بوتھا اور جنرل کرسچن سمٹس (Smuts) ہمارے اپنے زمانہ میں بہت مشہور ہستیاں ہو گزری ہیں۔ دونوں باری باری متحدہ جنوبی افریقہ کے وزیراعظم رہے ہیں اور یوں اپنی شکست کو انہوں نے فتح میں تبدیل کر لیا۔

لارڈ کچنر نے بوئروں پر بے حد ظلم کئے۔ آدمی بڑا سخت گیر تھا۔ چنانچہ ورلڈ ہسٹری میں لکھا ہے کہ:

In South Africa our troops are burning farms under Kitchner's command and the Queen and the two Houses of parliament and the Bench of Bishops thank God publicly and vote money for the work.

Humanatarious in England and elsewhere called Kitchner's Methods barbaric,since women and children died of disease in concentration camps while British Troops burned Boer crops and farmhouses. (p.91-92)

ترجمہ: جنوبی افریقہ میں ہماری افواج کچنر کے ماتحت (زراعتی) فارموں کو نذرِ آتش کر رہی تھیں۔ ملکہ معظمہ، پارلیمنٹ اور بشپ صاحبان اعلانیہ طور پر خدا تعالیٰ کا شکریہ ادا کر رہے تھے اور اس کام (جنگ) پر روپیہ صرف کر رہے تھے۔ انگلستان اور دوسرے مقامات پر خدا ترس لوگوں نے کچنر کے طریقوں کو نہایت درجہ ظالمانہ قرار دیا۔ کیونکہ عورتیں اور بچے بیماری سے فوجی کیمپوں میں مر رہے تھے جبکہ انگریز سپاہی بوئروں کے فارم اور مکانات کو غارت و برباد کر رہے تھے۔"

جنوبی افریقہ میں تقریباً ایک سو سال ہوئے محنتی ہندوستانی سکھ، مسلمان، ہندو گئے۔ کھیتوں میں کام کرتے تھے۔ مگر ان بیچاروں کو وہاں پر کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ نہ ووٹ دے سکتے ہیں نہ ان کا کوئی ممبر بن سکتا ہے۔ نہایت حقارت سے دیکھے جاتے ہیں۔ اور حبشیوں کی فہرست میں ان کا شمار ہے۔ وہی بات ہے کہ۔

نامراد آپ کا کیوں آپ سے پائے گا مراد
اس کو کیا حق ہے جسے حق نہیں حاصل کوئی

1893ء میں جب مسٹر گاندھی وہاں گئے تو ہندوستانیوں کی حالتِ زار دیکھ کر ان کے دل کو سخت چوٹ لگی۔ مگر جوں جوں وہ بہتری کے لئے کوشش کرتے اتنی ہی ان کی ذاتی طور پر ہتک کی جاتی تھی۔ ان کو کوئی کپڑے دھو کر نہ دیتا تھا۔ مہتر کا کام خود کرتے رہے۔ باوجود ٹکٹ خریدنے کے فرسٹ کلاس کی گاڑی میں سوار نہ ہونے دیتے تھے۔ غرضیکہ ہر ذلّت وہاں پر ہندوستانیوں کے ہی نصیب ہے۔ جنگ بوئر میں خود گاندھی جی نے گورنمنٹ کو پیشکش کی کہ ہم سے بھی جنگی خدمت لی جائے مگر مسٹر آر۔ جیمز سن نے صاف کہہ دیا کہ:

You Indians know nothing of war. You would only be a drag on the army. You would have to be taken care of instead of being of helps to us.

(An Indian palriot in south Africa by J.J.Doke 1909, p.52)

آخر کار جب جنگ میں خوب ہار کھائی اور زخمی لوگوں کو سنبھالنے والا کوئی نہ ملا تو ہندوستانی یاد آئے۔ ان لوگوں نے دلی شوق سے کام کیا۔ لارڈ رابرٹس کے بہادر زخمی فرزند کو یہی ہندوستانی لوگ اٹھا کر تیس میل دور ہسپتال میں لے گئے تھے۔

مثالی طالب علم

احمدیہ لٹریچر سے علم دوستی، علم پروری کے واقعات سے انتخاب

(مرتبہ : طارق حیات
مربی سلسلہ احمدیہ)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ تمام جماعت کو تعلیم و تربیت کی میدان میں نمونہ بننے کی طرف متوجہ فرماتے رہتے ہیں۔ اگرچہ تربیت ایک وسیع شعبہ ہے اور اس کے کئی پہلو ہیں مگر مشاہدہ بتاتا ہے کہ جو خدام اور اطفال تعلیمی میدان میں درست رفتار و مناسب معیار کے ساتھ محوسفر ہوں وہاں تربیتی مسائل نسبتاً کم پیش آتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ اور جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھنے سے لے کر آج تک جماعت احمدیہ کی شہرت اور بحیثیت مجموعی پہچان علم دوست جماعت کی ہے۔

مثلاً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حین حیات میں پادری گرسفورڈ نے The Messiah Of Qadian نامی جماعت کا مختصر تعارف تیار کیا تو لکھا کہ: ایسا ارادہ معلوم ہے کہ قادیان تحریک احمدیت کا تعلیمی مرکز ہوگا۔ مرزا صاحب کا قادیان کا ہائی سکول ترقی کی منازل طے کرتا ہوا سکینڈری کالج کے درجہ تک پہنچ چکا ہے اور معیاری تعلیم سے آراستہ کر رہا ہے، یہاں اس حقیقت کا اظہار ضروری معلوم ہوتا ہے کہ امسال یونیورسٹی کے امتحان میں عبرانی کا مضمون لینے والا پنجاب کا واحد طالب علم قادیان سے تھا۔ جبکہ مزید ایک طالب نے داخلہ کے امتحان کے لئے اور ایک نے انٹرمیڈیٹ کے درجہ کے امتحان کے لئے عبرانی زبان کا انتخاب کیا ہے۔

(ملخص از کتاب The Messiah of Qadian by Rev. H. D. Grisword M.A. صفحہ 12)

ذیل میں احمدیہ لٹریچر سے ایسے چند واقعات کا انتخاب پیش کیا جا رہا ہے جن کا مطالعہ جہاں احمدی طلباء و طالبات کو تعلیمی میدان میں کارہائے نمایاں انجام دینے کا جذبہ پروان چڑھانے اور نیکی و تقویٰ میں ترقی کرنے، اپنے پیش رووں کی طرح ''مثالی طالب علم'' بننے کا سبب بنے گا وہاں احمدی والدین و بزرگان کے لئے مشعل راہ اور رہنمائی و نگرانی کے لحاظ سے بھی مفید ٹھہرے گا۔

بلند ہمت والدین

حضرت حکیم حافظ مولوی نورالدین خلیفۃ المسیح الاول (اللہ آپ سے راضی ہو) کو عمر بھر تحصیل علم اور فروغ علم کے ساتھ ایک خاص اور غیر معمولی شغف رہا، اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ دراصل میرے والد صاحب محترم کی وجہ مجھے یہ شوق پیدا ہوا۔ فرمایا:

''میرے باپ کو اپنی اولاد کی تعلیم کا بہت شوق تھا۔ مدن چند ایک ہندو عالم تھا وہ کوڑھی ہوگیا۔ لوگوں نے اسے باہر مکان بنا دیا۔ میرے باپ نے اس کے پاس میرے بھائی کو پڑھنے کے لئے بھیجا۔ لوگوں نے کہا۔ خوبصورت بچہ ہے کیوں اس کی زندگی کو ہلاکت میں ڈالتے ہو۔ اس پر میرے باپ نے کہا کہ مدن چند جتنا پڑھ کر اگر میرا بیٹا کوڑھی ہوگیا تو کچھ پروا نہیں۔ تم بھی اپنے بچوں کے ایسے باپ بنو۔ میرا باپ ایسا بلند ہمت تھا کہ اگر وہ اس زمانہ میں ہوتا تو مجھے امریکہ بھیج دیتا۔''

(حیات نور از مکرم عبدالقادر سابق سوداگرمل، صفحہ2)

غیر معمولی منزل

حضرت خلیفۃ المسیح الاول جب بغرض تعلیم حکیم علی حسین صاحب کے پاس لکھنؤ تشریف لے گئے تو آپ فرماتے ہیں کہ ''...... کچھ عذر معذرت کے بعد حکیم صاحب کی ...... پیشکش منظور کر لی۔ پھر حکیم صاحب نے فرمایا: طب کہاں تک پڑھنا چاہتے ہو؟ میں نے کہا افلاطون کے برابر۔ حالانکہ مجھے قطعاً خبر نہ تھی کہ افلاطون کوئی حکیم ہے یا طبیب۔ آپ نے ہنس کر فرمایا کچھ تو ضرور ہی پڑھ لو گے۔ اگر کسی چھوٹے کا نام لیتے تو میرے دل کو بہت صدمہ پہنچتا کیونکہ ہر انسان اپنی غایت مطلوب تک نہیں پہنچتا۔''

(حیات نور، صفحہ28)

انتہائی مشکلات

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اپنی ظاہری تعلیم کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

''میں نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ سے جس طرح پڑھا ہے اور کوئی شخص نہیں پڑھ سکتا۔ آدھ آدھ پارہ بخاری کا آپ پڑھاتے تھے اور کہیں کہیں خود بخود ہی کچھ بتا دیتے تھے اور بعض اوقات سبق کے انتظار میں سارا سارا دن گزارنا پڑتا تھا اور کھانا بھی بے وقت کھایا جاتا تھا اسی وقت میرا معدہ خراب ہوا تھا۔''

(سوانح فضل عمر، جلد اوّل صفحہ 111)

صرف محنت کا صلہ

حضرت حافظ مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ گورنمنٹ کالج لاہور کے زمانہ طالب علمی میں آپ کو ایک دلچسپ واقعہ پیش آیا امتحان کے دنوں میں بعض لڑکوں کو اگلے روز ہونے والے امتحانی پرچہ کا علم ہوگیا۔ انہوں نے نصف شب آپ کو جگایا اور امتحانی پرچہ کی نقل دینا چاہی۔ آپ نے فرمایا: ''میں صرف اصل محنت کا صلہ لینے کا حق دار ہوں جو میں نے کی۔ جو نمبر مفت ملتے ہیں وہ میں کبھی نہ لوں گا۔ تم نے اپنی سمجھ کے مطابق مجھے فائدہ پہنچانے کی کوشش کی اس کے لئے میری طرف سے شکریہ۔ مگر اب مجھے سونے دیجئے''۔ یہ سن کر پرچہ بردار دوست شرمندہ ہو کر چلے گئے۔ (روزنامہ "الفضل" 2مئی 1971ء)

بیماری اور امتحان

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحبؓ نے چودہ سال کی عمر میں مرض آشوب چشم لاحق ہونے کے باوجود میٹرک کے امتحان میں شمولیت اختیار کی اور اپنے مدرسہ (امریکن مشن ہائی سکول سیالکوٹ) میں اوّل آئے۔

شدید مخالفت

میٹرک کے بعد پندرہ سال کی عمر میں چوہدری ظفر اللہ خاں صاحبؓ کو گورنمنٹ کالج لاہور میں داخل کروادیا گیا۔ اس زمانہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

اس زمانہ میں سلسلہ احمدیہ کی سخت مخالفت ہورہی تھی۔ میں ڈارمیٹری میں اکیلا احمدی تھا۔ ہم کل آٹھ طالب علم اس کمرہ میں رہتے تھے۔ دو تین ان میں سے کبھی شرارت پر اتر آتے تھے مجھ دق کرتے۔ پہلے سال گرمیوں کی تعطیلوں میں جب میں گھر گیا تو میں نے والد صاحب کی خدمت میں گزارش کی کہ میری رہائش کا انتظام ہوسٹل کے باہر کردیا جائے۔ وجہ معلوم ہونے پر انہوں نے فرمایا تم ابھی سے گھبرا گئے ہو، زندگی میں تمہیں اس سے بھی بہت بڑی مشکلوں کا سامنا ہوگا۔ اگر ابھی برداشت کی عادت نہیں ڈالو گے تو آگے چل کر کیا کروگے۔ میں خاموش ہوگیا۔

انٹرمیڈیٹ کے دونوں سالوں میں گرمیوں میں مجھے آشوب چشم کی بڑی سخت تکلیف رہی اور آزمائشی امتحانات میں سے اکثر میں تو شمولیت ہی اختیار نہ کرسکا اور بعض میں بہترین کارکردگی نہ دکھاسکا۔

یونیورسٹی کے امتحانات کی تیاری کے لئے سردیوں کے تین چار مہینے میسر آگئے ان آخری مہینوں میں اوسطاً دس بارہ گھنٹے توجہ سے مطالعہ کرلیتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے کمال فضل اور رحم سے مجھے یونیورسٹی کے امتحان میں کامیابی عطا فرمائی۔

(تحدیث نعمت 7)

درسی کتب بھی جلادیں

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے محترم ڈاکٹر مہدی علی قمر صاحب شہید کا ذکر خیر کرتے ہوئے فرمایا: ''ڈاکٹر صاحب شہید نے ابتدائی تعلیم ربوہ میں ہی تعلیم الاسلام سکول اور کالج میں لی۔ نہایت ذہین اور ہونہار طلباء میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ پھر پنجاب میڈیکل کالج فیصل آباد میں میڈیکل کی تعلیم شروع کی۔ وہاں پڑھائی کے دوران احمدیت کی وجہ سے طلباء نے کافی مخالفت کی۔ کتابیں اور سامان وغیرہ جلادیا۔ جس کی وجہ سے کچھ عرصہ کے لئے ربوہ واپس آگئے۔ پھر حالات بہتر ہوئے تو پھر دوبارہ جاکر تعلیم شروع کی۔ ایم بی بی ایس کا امتحان پاس کیا۔''

(الفضل انٹرنیشنل، لندن، 20 جون 2014 صفحہ 7)

مثالی طالب علم

محترم ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کی ہمشیرہ مکرمہ حمیدہ بشیر صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ بھائی جان کی زندگی کا محور تعلیم سے شغف ہوتا تھا اس لئے بیکار باتوں میں وقت ضائع نہیں کرتے تھے اور تعلیم کی طرف توجہ ہوتی تھی۔ گھر میں ان کا ٹائم ٹیبل کچھ یوں ہوتا تھا صبح اٹھے، نماز، قرآن کریم کی تلاوت کے بعد ناشتہ کرنا، گھر کے دھلے استری سے بے نیاز کپڑے پہنے، بستہ بغل میں دبانا اور سب کو خدا حافظ السلام علیکم کہہ کر (جب تک سائیکل نہیں خریدا تھا) پیدل سکول جاتے تھے۔ رستہ میں کوئی ہم کلاس مل گیا تو پہاڑے یاد کرتے ہوئے سکول جاپہنچے۔ سادگی، عاجزی اور اطاعت کا دخل ان کی زندگی میں بہت تھا۔ لکھنے اور پڑھنے میں ان کا اپنا ہی انداز تھا۔ ایک طرف میز پر کتابیں ایک طرف کاپیاں، پنسل، سلیٹ، سلیٹی،

ہمارے بچپن میں سکول میں ہولڈر اور نب، قلم، دوات، اور تختی ہوا کرتی تھی جس سے سب بچے لکھا کرتے تھے قلم سے ہی تختی پر خوشخطی کی مشق کرائی جاتی تھی۔ ذہن میں یہ عادت ڈال دی گئی تھی کہ رات کو جلدی سوجانا ہے اور صبح اذان کے ساتھ ہی اٹھنا ہے۔ لیکن بھائی جان تو سب سے پہلے جاگ کر اپنے کمرے میں پڑھ رہے ہوتے تھے۔ یہ ان کا معمول ہی دیکھا، چھٹی کے دن بھی نہیں سویا کرتے تھے۔

سردی ہو یا گرمی ایک بڑا سا کوٹ زیب تن ہوتا تھا۔ اس کی اندر کی جیب میں چھوٹے سائز کا ترجمہ قرآن کریم، دعاؤں کی کتاب، پاسپورٹ، کاغذات، اوپر سامنے کی جیب میں لاتعداد پن موجود ہوتے۔ غالباً ان کے وزن کے برابر کوٹ تھا۔ ایک بار جانے لگے تو وہ کوٹ میں نے ہی ان کو پہنایا اور بے تکلفی سے پوچھا کہ آپ اتنا وزن کیوں اٹھاتے ہیں۔ فالتو چیزیں بکس میں رکھ لیں۔ فرمایا یہ ضرورت کا سامان ہوتا ہے۔ میرے پاس وقت نہیں ہوتا کہ بار بار بکس سے نکالوں۔

پاکستان میں آمد پر ایک ضروری امر یہ ہوتا تھا کہ وہ تقریباً جہاں بھی جاتے مختلف کتابیں ضرور خریدتے۔ اگر خود نہ لے جاسکتے تھے تو بعد میں پارسل کے ذریعہ پہنچ جاتیں۔ کسی پر بار نہیں ہوتا تھا کہ کوئی آئے تو لیتا آئے۔ کسی پر بوجھ ڈالنا تو عادت نہ تھی۔ بک سیلرز خود ہی پارسل کرتے تھے۔ اکثر کتابیں اٹلی لے جاتے تھے۔ لندن میں آپ کا گھر حقیقتاً کتابوں سے ہی سجا ہوا ہے۔ کمرہ میں کئی شیلف نہایت سلیقہ سے کتابوں سے ترتیب سے بھرے ہوئے ہیں۔ جن میں ایک بہت بڑا حصہ مختلف ممالک سے لائے ہوئے قرآن کریم سے بھی مزین کیا ہوا ہے۔

جھنگ شہر میں ایک ہمارا آبائی مکان ہے جسے بھائی جان نے نوبل انعام ملنے کے بعد 1979ء میں حکومت پاکستان کے محکمہ آثار قدیمہ کو ''ان ہاؤس'' میوزیم بنانے کے لئے دے دیا تھا۔ دوسرا مکان ہمارے والد صاحب نے تعمیر کرایا تھا۔ جس میں تین کمرے، ایک بیٹھک، ایک سٹور اور ایک برآمدہ ہے۔ کمروں کے سامنے ایک کشادہ صحن ہے۔ ایک کمرہ میں ٹرنک اور دوسرا گھریلو سامان رکھا ہوتا تھا۔ بھائی جان اسی کمرہ میں پڑھائی کرتے اور سوتے بھی تھے۔ ان کی چارپائی کے ساتھ ایک میز رکھی ہوتی تھی جس پر وہ اپنی کتابیں وغیرہ رکھتے تھے۔

(ماهنامه خالد، ڈاکٹر عبدالسلام نمبر، صفحه 57-56 بحواله: ماهنامه خالد، ستمبر 2004)

طالب علم اور دعوت الی اللہ

حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب رضی اللہ عنہ کے زمانہ طالب علمی کا ذکر کرتے ہوئے حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں:

''طالب علمی کے ایام میں میں نے اس امر کا بغور مطالعہ کیا کہ ڈاکٹر صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے متعدد نسخے منگوا کر رکھتے تھے۔ اور نہایت ہی فراخ دلی سے ان لوگوں کو دیتے تھے جو ذرہ بھی شوق ظاہر کریں۔ معمولی قیمت کی کتابیں نہیں براہین احمدیہ جیسی قیمتی کتاب......''

(سیرت و سوانح حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفه رشید الدین۔ صفحه:209)

باقی صفحہ 14 پر ملاحظہ فرمائیں

عیسائیوں کا مذہبی تہوار

ایسٹر (Easter) یا عید فسح (Passover)

(قمر داؤد کھوکھر۔ مبلغ سلسلہ)

حضرت موسیٰؑ کی توریت موجودہ بائبل کے عہد نامہ قدیم کی پہلی پانچ کتابوں پر مشتمل ہے۔ جن میں تیسری کتاب احبار یا Leviticus کہلاتی ہے۔ اس کتاب کا نام بنی اسرائیل کے ایک قبیلہ بنی لاوی کے نام پر ہے۔ اور حضرت موسیٰؑ کو ہی اس کتاب کا مصنف قرار دیا جاتا ہے۔

یہ کتاب بنی اسرائیل کی عبادات، عیدوں، حلال وحرام اور مختلف رسومات سے متعلق تعلیمات پر مبنی ہونے کی وجہ سے یہودیوں کے لیے فقہ کا درجہ رکھتی ہے۔ اسے A Digest of Divine Laws بھی کہا جاتا ہے۔ اسی کتاب میں یہود کو پانچ یا سات مختلف عیدوں یا دنوں کے منانے کی ہدایت دی گئی تھی۔ قرآن کریم میں سورۃ ابراہیم کی آیت 6 میں بھی اس امر کی طرف اشارہ ملتا ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے یہ فرمایا ہے کہ ''فَذَکِّرْھُم بِاَیّامِ اللّٰہِ'' کہ اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کے انعامات والے دنوں کی یاد دلا۔ انہی دنوں میں سے ایک تہوار Passover یا عید فسح کے نام سے ہے جو بنی اسرائیل کی مصر سے ہجرت اور نجات کی یاد میں منایا جاتا ہے۔ بائبل میں اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ: یہ خداوند کی فسح کی قربانی ہے جو مصر میں مصریوں کو مارتے وقت بنی اسرائیل کے گھروں کو چھوڑ گیا اور یوں ہمارے گھروں کو بچالیا۔'' (خروج؛باب:12 آیت:27)۔ اس تہوار کے منانے کا حکم بائبل یعنی عہد نامہ قدیم کی کتاب؛احبار، باب 23 آیت 5 اور خروج کے باب 12 کی آیت 7 اور 26 تا 29 میں بھی ملتا ہے۔ اس تہوار کے لئے یہودی سال کے پہلے مہینے ابیب (Abib) یا موجودہ اپریل کی 14 تاریخ کو مقرر کیا گیا تھا۔ حضرت عیسیٰؑ بھی چونکہ بنی اسرائیل کے لئے رسول اور نبی تھے اور توریت پر عمل کرنے اور کروانے کے لیے ہی ان کی طرف مبعوث کیے گئے تھے وہ بھی اپنی زندگی میں یہ دن مناتے رہے۔ آپ کے حواری بھی حضرت عیسیٰؑ کی پیروی میں توریت پر عمل کرتے رہے جس کا ذکر بائبل میں مختلف مقامات پر موجود ہے۔ (حضرت عیسیٰؑ کس طرح شریعت موسوی پر عمل کرنے اور کروانے والے تھے اس کے لیے بائبل کے ان حوالوں کا مطالعہ ضروری ہے: John: 15:10. (Mattew: 5:17-19.

اس کے بالمقابل ایسٹر منانے کا حکم بائبل کے عہد نامہ قدیم میں کہیں بھی موجود نہیں ہے جو کہ عیسائیوں کا دوسرا اہم مذہبی تہوار ہے۔ البتہ ایسٹر کا لفظ عہد نامہ جدید کی کتاب اعمال یا Acts کے باب:12 آیت:4 میں صرف ایک مقام پر ملتا ہے جس کے بارہ میں عیسائی سکالرز اب یہ کہتے ہیں کہ ایسٹر کا لفظ یونانی لفظ Pascha سے آیا ہے جس کے معنیٰ Passover یا عید فسح کے ہی ہیں۔ لیکن انجیل کے ترجمہ نگاروں نے اس کا ترجمہ ایسٹر کر دیا ہے جو کہ ایک غلطی ہے۔ اور اب جو نئے تراجم سامنے آرہے ہیں ان میں لفظ ایسٹر نہیں ملتا۔ تاہم ایسٹر منانے کا فیصلہ بھی عیسائیوں کی مشہور نیسیا کی کونسل (Council Of Nicea) نے 325ء میں ہی کیا تھا۔

ایسٹر کا تہوار عیسائی عقائد کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صلیب پر مرنے اور دوبارہ جی اٹھنے کے واقعات کی یاد میں منایا جاتا ہے۔ اور دنیا کے شمالی علاقوں میں بہار کا تہوار بھی کہلاتا ہے۔ اس کی تاریخ کے تعین کا یہ طریق ہے کہ 21 مارچ یا اس کے بعد جب بھی چاند کی چودھویں تاریخ ہوگی اور اس کے بعد جو بھی پہلا اتوار ہوگا وہ ایسٹر سنڈے کہلائے گا۔ اس لحاظ سے ایسٹر کا تہوار 22 مارچ سے پہلے اور 25 اپریل کے بعد نہیں ہوسکتا۔ انہی تاریخوں کے درمیان میں ایسٹر منایا جاتا ہے۔

ایسٹر سے پہلے Lent کے چالیس دن ہوتے ہیں۔ یہ وہ ایام ہیں جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام چالیس دن بیابان میں رہے تھے اور ان ایام میں عیسائی اپنے طریق کے مطابق روزہ رکھتے ہیں اور روزہ سے مراد اپنی مرضی کی کسی چیز کا ترک کرنا ہے نہ کہ بھوکا پیاسا رہنا۔ بعض لوگ گوشت کھانا چھوڑ دیتے ہیں اور صرف مچھلی پر گزارہ کرتے ہیں۔ یا بعض لوگ اپنی کاروں میں سفر کرنے کی بجائے بسوں پر سفر کرتے ہیں۔ Lent کے آغاز سے پہلے ایک منگل آتی ہے جسے Shrove Tuesday کہتے ہیں۔ اس روز وہ لوگ جنہوں نے کوئی گناہ کیا ہوتا ہے وہ چرچ میں جاتے ہیں اور پادری کے سامنے اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہیں اور ان کی معافی ہوجاتی ہے۔ اس دن کو Pancake Tuesday بھی کہتے ہیں اور یہ لوگ اپنے گھر میں بچے کھچے انڈوں اور مکھن وغیرہ سے کیک تیار کرتے ہیں۔ آسٹریلیا اور بعض دیگر ممالک میں اسی دن کی مناسبت سے جو Mardi Gras کی پریڈ ہوتی ہے وہ بھی دراصل اس بات کا اظہار ہوتا ہے کہ اگلے دن سے Lent کے ایام شروع ہونے والے ہیں اس لیے آج ہمیں سب کچھ کرنا چاہئے۔ یہ بھی بڑی دلچسپ بات ہے کہ بائبل میں کسی بھی جگہ نہ تو Lent کے روزوں کا فرض کے طور پر کہیں کا ذکر ملتا ہے اور نہ ہی Mardi Gras کا۔ اس لیے عیسائی محققین یہ کہتے ہیں کہ عیسائیت سے قبل رومن لوگوں کی مشرکانہ رسومات (Roman Paganism) سے یہ چیزیں عیسائیت میں داخل ہو چکی ہیں۔ جو اب عیسائی مذہب اور عیسائی ممالک کے کلچر کا حصہ بن چکی ہیں۔

اس سے اگلے روز جس سے Lent کے روزے یا ایام شروع ہوتے ہیں وہ

بدھ کا دن ہوتا ہے، جسے Ash Wednesday کہتے ہیں۔ اس روز چرچ میں لوگوں کے ماتھے پر راکھ سے صلیب کا نشان بنایا جاتا ہے۔ جوان کے گناہوں کے غم اور دکھ کا نشان متصور ہوتا ہے اور موت کی یاد دلاتا ہے۔ روزہ سے متعلق بائبل میں یہ لکھا ہے کہ یسوع مسیح نے بیاباں (Wilderness) میں جا کر چالیس روزے رکھے (انجیل متی باب:4 آیت:2-1، انجیل لوقا باب:4 آیت:2-1) لیکن روزہ کی کیفیات کا کوئی ذکر نہیں ملتا کہ یہ روزہ کس قسم کا تھا۔

ایسٹر سنڈے سے پہلے والا اتوار پام سنڈے (Palm Sunday) کہلاتا ہے۔ یہ اتوار دراصل وہ دن ہے جس میں بائبل کے بیان کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گدھے پر بٹھا کر یروشلم کی سڑکوں پر پھرایا گیا تھا۔ لوگ یہ دن منانے کے لئے پام درخت کی شاخیں لے کر گھروں سے باہر نکلتے ہیں۔ چرچ میں بھی اس درخت کی ڈیکوریشن کی جاتی ہے۔ اس کے بعد جو اگلا جمعرات آتا ہے اسے مقدس جمعرات (Holy Thursday) کہتے ہیں۔ عیسائیت کی تاریخ میں یہ وہ دن ہے جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنا آخری کھانا اپنے حواریوں کے ساتھ کھایا تھا اور ان کے پاؤں دھوئے تھے۔ چرچ میں اس نسبت سے ایک تقریب ہوتی ہے جس میں پادری بارہ افراد کے پاؤں دھوتا ہے جو بارہ حواریوں کی نمائندگی کرتے ہیں۔ یونانی عیسائی اس روز انڈوں کو سرخ رنگ دیتے ہیں۔ اس وجہ سے اس دن کو Red Thursday بھی کہتے ہیں۔

پھر جمعہ کا وہ دن آتا ہے جسے گڈ فرائی ڈے (Good Friday) کہتے ہیں۔ اس روز چرچ میں عیسائی اپنی رسومات بجالاتے اور عبادات کرتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ کو صلیب دئے جانے کے واقعات دہرائے جاتے ہیں۔ اس روز عیسائی گوشت نہیں کھاتے بلکہ اس روز خاص طور پر تیار کئے جانے والے بَن کھاتے ہیں جن پر صلیب کا نشان بنایا جاتا ہے اور اسے "Hot Cross Bun" کہا جاتا ہے۔ یہ بَن عام دکانوں پر دستیاب ہوتے ہیں۔ ان پر سفید کریم یا چاکلیٹ سے صلیب یا + کا نشان بنایا جاتا ہے۔

اس سے اگلا دن مقدس ہفتہ (Holy Saturday) کہلاتا ہے جو کہ تیاری کا دن سمجھا جاتا ہے۔ اور پھر ایسٹر کا اتوار (Easter Sunday) آتا ہے جو بائبل کے بیان کے مطابق حضرت عیسیٰ کے جی اٹھنے کا دن ہے۔ اس دن عیسائی خاص کھانا کھاتے اور اپنے گھروں میں انڈے توڑتے ہیں یہ کہتے ہوئے کہ 'مسیح جی اٹھا ہے' (Christ is risen)۔

ایسٹر کے موقعہ پر جو چاکلیٹ کے انڈے یہاں ہر جگہ فروخت ہوتے ہیں وہ بھی دراصل اسی سے متعلق ہیں۔ چونکہ حضرت عیسیٰ کا واقعہ عیسائی عقائد کے مطابق ایک نئی زندگی کا آغاز تھا اس لئے عیسائیوں نے رومیوں (Roman Pagans) کی مشرکانہ رسومات کی پیروی میں نئی زندگی کے آغاز کے حوالہ سے بطور علامت خرگوش اور انڈوں کو اپنا لیا ہوا ہے اور یہی ان کا مذہب ہے۔ حالانکہ عیسائیوں کو عید فسح یعنی Passover منانے کا حکم ملا تھا۔ لیکن انہوں نے اس کے بجائے ایک نیا دن منانا شروع کر دیا جس کی ان کے مذہب میں کوئی ٹھوس بنیاد موجود نہیں ہے۔

دعا کے نتیجہ میں شفاء کے واقعات

☆ حضرت شیخ عبدالرحیم صاحب شرما بیان کرتے ہیں کہ مَیں سردیوں میں ایک دفعہ بیمار ہو گیا۔ اکیلا پڑا گھبرا گیا تو شیطان نے وسوسہ ڈالا کہ مسلمان ہو کر تم نے کیا پالیا؟ اب بیمار پڑے ہو، کوئی پاس پانی دینے والا بھی نہیں، بہن بھائی، بیوی بچے، والدہ سب ہی ہیں لیکن کوئی تمہارے منہ نہیں لگتا۔ ہندو رہ کر خدا کی عبادت نہیں کر سکتے تھے؟ اس پر میرے دل میں تحریک پیدا ہوئی کہ یہ شیطانی وساوس ہیں چنانچہ مَیں نے لحاف میں ہی تیمّم کر کے نماز شروع کی اور خدا تعالیٰ سے عرض کیا کہ اگرچہ سب نے مجھے چھوڑ دیا ہے لیکن تُو تو سب سے بڑھ کر میرا ہمدرد ہے...... نماز میں خوب رویا اور مجھے ایسا پسینہ آیا کہ میرا بخار اتر گیا اور دل کو غیر معمولی تسکین و راحت نصیب ہوگئی۔

☆ حضرت مولانا ابراہیم صاحب بقاپوریؓ کی اہلیہ محترمہ شدید بیمار ہوگئیں۔ آپؓ نے ڈاکٹر محبوب عالم صاحب سے فرمایا کہ میری بیوی کے بچنے کی بظاہر کوئی امید نہیں لیکن جب آپ یہ دیکھیں کہ اب انتہائی حالت پیدا ہوگئی ہے تو مجھے بتادیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ ہمارے ڈاکٹری اصول کے خلاف ہے۔ آپؓ نے جواب دیا کہ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ اب جب مَیں دعا کرتا ہوں تو آپ کا وجود امید ہو کر روک بن جاتا ہے اور اس وجہ سے اضطراب پیدا ہی نہیں ہوتا جو دعا کے لئے ضروری ہے۔ اس پر وہ مان گئے۔ تین روز کے بعد انہوں نے مجھے کہا کہ آج کی رات گزرنی مشکل ہے۔ حضرت بقاپوری صاحبؓ اپنی بیوی کے پاس آئے، نبض ٹٹولی، واقعی حالت غیر ہو رہی تھی۔ آپؓ نے وضو کیا اور نماز شروع کی۔ جب سجدہ میں دعا کرنی شروع کی اور ربودگی کی حالت پیدا ہوگئی۔...... اس پر دائیں جانب سے آپؓ کو آواز آئی: ''ہم تو اچھا کر رہے ہیں''۔ یہ خوشخبری ملنے پر آپؓ نے نماز ختم کی، آنسو پونچھے اور بیوی کے پاس آکر دیکھا تو یقین ہو گیا کہ خدا نے فضل فرما دیا ہے۔ دو منٹ بعد بیوی نے کروٹ لی اور پانی کے الفاظ کہے۔ پانچ منٹ میں وہ اس قابل ہوگئی کہ اُسے بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی خوشخبری سنادی۔ صبح جب ڈاکٹر آپؓ کی بیوی کو دیکھنے آئے تو وہ اُٹھ کر بیٹھی ہوئی تھی۔

☆ مکرم عبدالکریم صاحب بیان کرتے ہیں کہ میری بیوی کو ڈبل نمونیہ ہو گیا اور علاج کے باوجود طبیعت بگڑتی چلی گئی۔ جب دعا کے سوا کوئی چارہ نہ رہا تو مَیں حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دعا کی درخواست کی۔ آپؓ نے فرمایا: ''بہت اچھا''۔ دوسرے روز آپؓ نے میری بیوی کا حال پوچھا تو مَیں نے عرض کیا کہ پہلے سے افاقہ ہے۔ آپؓ نے تسلی دی اور تشریف لے گئے۔ تیسرے روز پھر تشریف لائے تو مَیں نے عرض کیا کہ اب تو قریباً آرام ہی آگیا ہے۔

تعارف کتاب

(تبصرہ: عبادہ عبداللطیف)

''یاد حبیب''

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کا مبارک وجود ایسا تھا کہ آپؓ کا دوست یا دشمن آپؓ کی عنایات سے محروم نہیں رہا اور آپؓ کے قرب سے فیضیاب ہونے والوں کی زندگیوں کے ہر موڑ پر کچھ ایسے نقش آپؓ کے حسن واحسان نے چھوڑے کہ وہ زندگی بھر آپؓ کے عشق میں گرفتار رہے۔ایک ایسے ہی عاشق کی زبانی اپنے مقدّس آقا کی سیرت کے چند واقعات پڑھنے کا اتفاق خاکسار کو ہوا تو حضورؓ کی غیر معمولی شخصیت کچھ نئے زاویوں سے آشکار ہوئی۔

''یادِحبیب'' کا مطالعہ کرتے ہوئے بار بار یہ سوچنا پڑا کہ انسانی نفسیات کا جس قدر گہرا مطالعہ حضرت مصلح موعودؓ کی ذاتِ اقدس کو عطا کیا گیا تھا وہ اس دَور میں کم ہی لوگوں کو نصیب ہوا ہوگا۔مثلاً آپؓ نے جب ایک دواخانہ(خدمت خلق) کی بنیاد رکھی تو اس امر کی تشہیر کی ممانعت فرمادی کہ عام احمدیوں کو یہ علم ہو کہ یہ دواخانہ حضورؓ کی ملکیت ہے۔چنانچہ حضورؓ نے متعلقہ منتظم (یعنی مرتّبِ کتاب) سے فرمایا کہ:''اس بات کو غور سے سن لو کہ نسخہ جات کو صحیح ادویات سے بنانا ہے، کبھی قیمتی ادویات کا بدل استعمال نہیں کرنا۔خدا کے سامنے اب تم جوابدہ ہو۔......اور کسی سے اس بات کا ذکر نہیں کرنا کہ یہ حضور کا دواخانہ ہے کیونکہ اگر کوئی مریض اس خیال سے تم سے دوا خریدے گا تو یہ ایک صورتِ صدقہ بھی ہوسکتی ہے جو میرے لئے جائز نہیں۔نیز دوسرے احمدی اطبّاء کو چھوڑ کر میری وجہ سے تم سے ادویات نہ خریدنا شروع کردیں''۔

محترم چودھری عبدالعزیز ڈوگر صاحب نے A5 سائز کے اڑہائی صد سے زائد صفحات میں بہت سی ایسی قیمتی روایات اکٹھی کردی ہیں جن کو پڑھنے سے نہ صرف حضورؓ کی عالی قدر شخصیت کے بعض منفرد پہلو بلکہ تاریخ احمدیت کے کئی گوشے بے نقاب ہوتے ہیں۔اس کتاب میں چند دیگر بزرگان کے چشمدید حالات کا ذکر بھی شاملِ اشاعت ہے جن میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ اور حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کے علاوہ چند دیگر صحابہ کرام اور چنیدہ اصحاب شامل ہیں۔

اسی طرح بہت سے ایسے غیراز جماعت معزّزین کا بھی ذکر ہے جو حضورؓ کی ذات گرامی سے نہ صرف متأثر تھے بلکہ حضورؓ کی دین اسلام اور بنی نوع انسان کے لئے کی جانے والی خدمات کے دل سے معترف تھے۔

حضورؓ کی شخصیت کا ایک نہایت روشن پہلو اس خدائی خبر کا اظہار تھا کہ وہ علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔چنانچہ حکمت ومعرفت کے اُس بحرزخار میں سے(جو حضورؓ کے ذہن مبارک میں موجزن تھا) چند موتی اس کتاب میں بھی جا بجا بکھرے ملیں گے۔مثلاً لکھنؤ کے ایک ماہر طبیب، ادیب وشاعر حکیم محمود علی خان ماہر لکھنوی حضورؓ کے بے حد مدّاح تھے۔ایک صبح حضورؓ کے معائنہ کے لئے وہ ناشتہ پر حاضر تھے۔حضورؓ نے میز پر رکھے ہوئے پھلوں میں سے امرود کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر یہ نہار کھایا جائے تو ایسا ہے جیسے سونے کا کشتہ کھایا، دوپہر کو کھائیں تو ایسے جیسے چاند کا کشتہ کھایا اور اگر شام کو کھایا جائے تو ایسے جیسے سکّہ کھایا۔حکیم صاحب نے حضورؓ کی تائید کی۔بعد میں کسی وقت حکیم صاحب موصوف نے مرتّبِ کتاب سے فرمایا کہ مَیں بہت خوش قسمت ہوں جو مجھے حضورؓ کی زیارت نصیب ہوئی۔ہماری قوم بڑی بدنصیب ہے کہ آج اس عظیم الشان انسان کی قدر نہیں کرتی۔خدا کی قسم! ایک وقت آئے گا جب آئندہ آنے والے روئیں گے کہ ہمیں وہ زمانہ کیوں نصیب نہ ہوا......

1953ء کے انکوائری کمیشن کے ایک رُکن جناب جسٹس کیانی صاحب تھے۔وہ کمیشن کے رُوبرو حضورؓ کے بیانات اور علمی اعتراضات کے جوابات سے ازحد متاثر تھے۔لاہور میں ایک شادی کی تقریب میں حضورؓ سے اُن کی ایک بے تکلفانہ ملاقات ہوئی۔دونوں ایک ہی صوفہ پر تشریف فرما تھے۔کیانی صاحب نے کسی علمی مسئلہ پر گفتگو شروع کردی اور سوالات کرنے شروع کئے۔پھر حضورؓ کے جواب سن کر وہ گویا وجد میں آگئے اور اپنی عادت کے مطابق ایک عجیب حالت میں سر کو ہلاتے اور تائید کرتے ہوئے خوشی کا اظہار کرتے۔

حضورؓ کی چشم پوشی اور درگزر کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی ہوسکتا ہے کہ ایک بار میٹنگ کے دوران ملازم نے حضورؓ کی خدمت میں گرم چائے پیش کی۔جب حضورؓ چائے پینے لگے تو کپ کی ڈنڈی اچانک ٹوٹ گئی اور گرم چائے حضورؓ کے کپڑوں پر گرگئی۔شکر ہے جسم محفوظ رہا۔سب ہی فکرمند ہوگئے اور ملازم سخت خوفزدہ اور شرمندہ تھا۔لیکن حضورؓ نے کوئی لفظ ناراضگی کا نہیں فرمایا۔اُسی وقت گھر جاکر کپڑے تبدیل کئے اور دوبارہ تشریف لاکر میٹنگ میں شرکت فرمائی۔

اسی طرح یہ واقعہ بھی بہت سبق آموز ہے کہ حضورؓ اپنی صاحبزادی بی بی امۃ الجمیل سے بہت پیار کرتے تھے۔لیکن جب انہوں نے ایک بار اپنی ایک خادمہ کو سخت سرزنش کرکے گھر سے نکل جانے کو کہا تو وہ روتی ہوئی حضورؓ کے پاس چلی گئی۔حضورؓ کو اُس کی بات سن کر اِس قدر دکھ ہوا کہ بی بی کو بلوا کر شدید ناراضگی کا اظہار کیا اور فرمایا کہ اب تم میرے پاس اس وقت تک نہیں آسکتی جب تک تم اُس سے معافی نہیں مانگتی اور وہ تمہیں معاف نہیں کردیتی۔

حضورؓ کی قبولیتِ دعا کے متعدد واقعات بھی کتاب کی زینت ہیں۔مثلاً حضرت ڈپٹی میاں محمد شریف صاحبؓ نے ایک موقع پر حضورؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور ستّر بہتّر کا ہوگیا ہوں اور ہمارے خاندان کی عمر اس سے زیادہ نہیں ہے۔حضورؓ نے فرمایا: نہیں، آپ کی عمر نوّے سال ہوگی، فکر نہ کریں۔انہوں نے پھر انکساری سے اپنا پہلا فقرہ ہی دہرادیا تو حضورؓ نے فرمایا: ''آپ کا خاندان آپ سے شروع ہورہا ہے، آپ کی عمر نوّے سال ہوگی''۔چنانچہ بعد میں وہ یہ واقعہ بیان کرکے لوگوں کو بتاتے تھے کہ اُن کی عمر نوّے سال ہوگی۔اُن کا وصال 92 سال کی عمر میں ہوا۔

حضورؓ کا بیان فرمودہ یہ سنہری اصول بھی اس کتاب کی زینت ہے کہ:''مومن عہدِ وفاداری پر دوستی کو ترجیح نہیں دیتا''۔یہ اصول ہم سب کو ہمہ وقت پیش نظر رکھنے کی ضرورت ہے تاکہ کوئی دنیاوی تعلق، دوستی، مصلحت یا حکمت اُس عہدِ بیعت کے کسی بھی جزو کو مجروح نہ کرسکے جو ہم نے خداتعالیٰ کی خاطر اپنے پیارے امام کے ہاتھ پر کیا ہے۔

سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ ایک اعلیٰ درجہ کے طبیب، خطیب، مفسّر، مفکّر اور منتظم تھے۔اس کے ساتھ

ساتھ آپؓ بہترین گھوڑ سوار تھے، بہترین تیراک تھے اور بہت ہی اچھے کشتی ران تھے۔ اس کتاب میں حضورؓ کے بہت سے ایسے ایمان افروز واقعات شامل ہیں جو ہر پڑھنے والے کو اُس کے اخلاقی اور روحانی مقام کو ترقی دیتے چلے جانے کے گُر بتاتے ہیں اور اُس کی جسمانی صحت اور ذہنی بالیدگی کی نشوونما کو کمال تک پہنچانے کی طرف بھی متوجہ کرتے ہیں۔ اس امر میں کوئی شک نہیں کہ اس کتاب کا مطالعہ شروع کرنے کے بعد قاری اس وقت تک چَین سے نہیں بیٹھ پاتا جب تک اس کتاب کو پڑھ کر ختم نہ کرلے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ایک بار پڑھ لینے کے بعد بھی وہ ان منفرد واقعات میں سے بار بار گزرنے اور ان میں بیان شدہ حکمت کو جذب کرنے کی سعی میں ایک لذّت محسوس کرتا ہے۔

محترم چودھری عبدالعزیز ڈوگر صاحب کی یہ چھٹی کتاب ہے۔ آپ نے 1945ء میں زندگی وقف کرنے کی سعادت حاصل کی اور آپ کو 1947ء سے حضرت مصلح موعودؓ کی وفات تک حضورؓ کی غیرمعمولی خدمت کی سعادت عطا ہوئی۔ ذیلی تنظیموں کی مرکزی عاملہ کے رُکن رہنے کے علاوہ آپ احمدی تجّار اور احمدی اطباء کی تنظیموں کے لمبا عرصہ صدر رہے۔ 1967ء میں تحریک جدید سے پنشن پانے کے بعد آپ نے تعمیراتی فرم بنائی اور ذاتی کاروبار میں بھی عروج حاصل کیا۔

1982ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے وقف میں دوبارہ بلالیا جس کے بعد جماعتی تعمیرات کے سلسلہ میں ربوہ کی متعدد عمارتوں کے علاوہ سیرالیون، گیمبیا اور جرمنی میں بھی سالہاسال خدمت کرنے کی سعادت پائی۔ اس دوران ناصر باغ (جرمنی) میں مسلسل دو سال تک سرانجام پانے والے وقارعمل کی نگرانی بھی کی اور اس دوران رونما ہونے والے ایمان افروز واقعات کو اپنی کتاب کی زینت بنادیا۔ 1999ء میں بوجہ بیماری آپ نے ریٹائرمنٹ لے لی۔

اس کتاب میں اپنی زندگی میں وقف کے تقاضوں کو نباہنے کے حوالہ سے بہت سے کٹھن مراحل میں خداتعالیٰ کے بے پایاں افضال وانعامات بھی آپ نے بیان کئے ہیں۔ لیکن اہم نکتہ یہ بھی ہے کہ جماعتی خدمات کی توفیق عطا ہونے کا ذکر ہو یا ذاتی ترقیات کے حصول کے بیان کا، ہر باب کے اختتام پر آپ یہی نتیجہ نکالتے ہیں کہ یہ کامیابیاں محض خداتعالیٰ کے غیرمعمولی فضل اور خلافتِ احمدیہ کی برکات کی بدولت نصیب ہوئیں اور خلفاء سلسلہ کی شفقت اور دعاؤں کی برکت سے راستہ کی ہر مشکل آسان ہوتی چلی گئی۔

اس تعارف کا اختتام کتاب میں درج ایک ایسی دردناک داستان سے کرنا چاہتا ہوں جس کا ذکر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے اپنے ایک خطبہ جمعہ میں بھی فرمایا تھا۔ تقسیمِ ہند کے بعد جب قیامتِ صغریٰ کا منظر تھا تو محترم عبدالعزیز ڈوگر صاحب کو قادیان میں حفاظتی ڈیوٹیاں دینے اور غیرمعمولی شجاعت کا مظاہرہ کرنے کی توفیق بھی ملی۔ آپ رقمطراز ہیں کہ جب ایک قافلہ میں ہم نے پاکستان کی طرف اپنے سفر کا آغاز کیا تو ہجرت کا غم اس قدر ہوا کہ والدہ صاحبہ قادیان کو چھوڑتے ہی بیہوش ہوگئیں۔ دو تین میل بڑی مشکل سے راستہ طے کیا تھا کہ ان کو ڈائریا ہوگیا۔ ہر دس منٹ بعد اسہال آنے لگے۔ کمزوری بڑھتی گئی اور پھر بیہوش ہوگئیں۔ تب مَیں نے فیصلہ کیا کہ اب اُن کو اپنی کمر پر اٹھا کر سفر کروں گا اور کسی حالت میں ان کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔ دوسرے بھائیوں کی عمریں 3 سے 16 سال کے درمیان تھیں۔ والد صاحب 58 سال کے تھے اور غم نے ان کی کمر توڑ دی تھی۔ بڑی مشکل سے ساتھ چل رہے تھے۔ مَیں نے والدہ صاحبہ کو کمر پر اٹھالیا۔ چھ دن ہم نے سفر کیا۔ راستہ میں فاقے سے رہے۔ کچھ پتے اور کچھ امرود ایک باغ سے توڑ کر ابال کر کھائے۔ کچھ گندم ملی جو ابال کر استعمال کی لیکن خداتعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ والدہ صاحبہ کو لے کر ایسے چلتا رہا جیسے کوئی وزن نہیں ہے۔ انتہائی خطرناک سفر تھا مگر تکان کا احساس ہوا نہ بھوک کا خیال آیا۔ مجھے نہیں معلوم کہ انہوں نے کیا کیا دعائیں میرے لئے کیں لیکن ان دعاؤں کا پھل مَیں ساری زندگی کھاتا رہا۔



نوٹ: اگر آپ بھی اپنی کسی پسندیدہ کتاب کا تعارف ''انصار ڈائجسٹ'' کی زینت بنانے کے خواہشمند ہیں تو براہ کرم درج ذیل فون نمبر پر رابطہ فرمائیں:
07947408144

تعلیمی پرچہ جات میں اعلیٰ کامیابی

شعبہ تعلیم مجلس انصاراللہ برطانیہ کی طرف سے تعلیمی پرچہ تمام انصار کو بھجوایا جاتا ہے۔ انصار یہ پرچہ حل کرنے کے بعد اپنے زعیم مجلس کے توسط سے مرکز میں بھجواتے ہیں۔

حوصلہ افزائی کے لئے ذیل میں ایسے انصار بھائیوں کے نام (مع اسماء مجالس) درج کئے جارہے ہیں جنہوں نے کسی تعلیمی پرچہ میں نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے۔

تعلیم پیپر نمبر 1

مجلس ہارٹلے پول: ڈاکٹر فضل عمر صاحب۔ داؤد احمد ظفر صاحب۔ فضل عمران صاحب۔ خلیل ناصر صاحب۔ طاہر اقبال صاحب۔ سید ہاشم اکبر احمد صاحب۔ رضوان الیاس صاحب۔ ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب۔ مستجاب الرحمٰن صاحب۔

مجلس بارکنگ اینڈ ڈیگنہم: راجہ شاہد غالب صاحب۔ راجہ غالب احمد صاحب۔ صباح الدین نجم صاحب۔ طاہر ممتاز صاحب۔ ایاز مسعود شیخ صاحب۔ مرزا مجیب احمد صاحب۔ شاہد احمد صاحب۔ مبارک احمد صاحب۔ زاہد احمد عابد صاحب۔ سعید سلیم خان صاحب۔ اعجاز احمد گورائیہ صاحب۔ عرفان احمد صاحب۔ حنیف احمد سنوری صاحب۔ مبشر احمد صاحب۔

تعلیم پیپر نمبر 5

مجلس کولیئرز ووڈ: مبارک احمد نجم صاحب۔ محمد افضل صاحب۔ محمد ارشد صاحب۔ ناصر احمد صاحب۔ خالد محمود عامر صاحب۔ عبدالرحیم ساقی صاحب۔ محمد امجد صاحب۔ محمد اشرف صاحب۔ ذکی خان صاحب۔

مجلس ہڈرزفیلڈ ساؤتھ: منیر گھمن صاحب۔ طاہر ورک صاحب۔ سید قمر احمد صاحب۔ فاتح الحق صاحب۔ فاروق صدیق صاحب۔ مجید طارق صاحب۔ عبدالسمیع صاحب۔ محمد صادق صاحب۔ رفیق آفتاب صاحب۔ رانا فاروق صاحب۔ منیب الرحمٰن صاحب۔ محمد عمر صاحب۔ ملک محمود صاحب۔ فاتح الدین صاحب۔ داؤد احمد صاحب۔ شیخ افتخار صاحب۔ عبدالشکور صاحب۔ محمد منشاء صاحب۔ ملک حلیم صاحب۔

مجلس رو ہیمپٹن ویل: حبیب اللہ شاد صاحب۔ احسان اللہ صاحب۔ بشارت احمد ممتاز صاحب۔ فاروق احمد صاحب۔ رانا نصیر احمد خان صاحب۔ نسیم احمد بھٹی صاحب۔ خالد احمد کاہلوں صاحب۔ محمد نواز صاحب۔ نصیر احمد گوجر صاحب۔

مجلس پریسٹن: داؤد اے پیر صاحب۔

اللہ تعالیٰ یہ اعزاز مبارک کرے اور ہم سب کو حضور انور کے ارشاد کے مطابق دینی امور بجالانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین